قال اللہ تعالیٰ

وقال ابن مسعود کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ مخافۃ السآمۃ علینا

رب زدنی علما

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت علوم و امداد و للحدیث
کہ دال ست بر مندوبیت تجدید از فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقبۃ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ حسب سلسلہ و دائرہ

یعنی امداد الفتاوی فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاوی فی ما یتعلق بالسلوک الجدید و تربیۃ السالک
فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والرفیق فی سواء الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات حسن
فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آن از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ
بار جمل آن از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ قدس سرہ
مشیرست بہ ترکیب نام نامش نیز وخاصۃ الانصات کہ از تحقیقات نادرہ دیگر اہل فضل است

عدد (۱) بابت ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۴۰ ہجری جلد (۸)

بادارۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ نمودن گرفت

این صحیفہ کا مدیر امداد نام	یافتہ امداد المطابع نظام

فہرست مضامین رسالۃ الامداد بابت ماہ رجب سنہ ۱۳۴۲ھ

جو

بہ برکت دعا حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

اگر ہر پرچہ کو شروع کرنے کیوقت اس سے پہلے پرچہ کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا (مدیر رسالہ)

حضرت کے مذاق کو وہ پسند نہیں کرتے واللہ العظیم قطع نظر اعتقاد کے مجھے تو حضرت کے مذاق سے اس قدر محبت ہے کہ حضرت کا کوئی قول کوئی فعل کوئی ادا ایسی نہیں جو عقلاً تو عقلاً طبعاً بھی ذرا گراں معلوم ہو گو نہ کر سکوں لیکن یوں ہی چاہتا ہے کہ معاملات و معاشرات عادات و اخلاق میں بالکل حضرت کا اتباع نصیب ہو جائے چنانچہ طبعاً اس کا اہتمام اپنے اندر پاتا ہوں بلکہ دل میں کہا کرتا ہوں کہ تو اس قابل کہاں کہ تیرے وجہ الکمال حضرت کا متبع ہو سکے مگر اپنے آپ ہی یہ بھی جواب دے لیتا ہوں کہ سے

من طریق سعی مے آرم بجا لیس للانسان الا ما سعی

اگر عشر عشیر کیا ایک ذرہ بھی حضرت کا اثر بندہ میں آگیا تو نجات کی کافی امید ہے حضرت واللہ میری حالت تو کچھ ایسی عجیب ہو گئی ہے کہ سوائے حضرت کے کسی سے عرض ہی نہیں کر سکتا کیونکہ ڈرتا ہوں کہ لوگ مجھے مجنوں کہیں گے یا احمق کہیں گے یا خبطی بتلائیں گے کہ بس جس میں حضرت کیسے اخلاق ہوں تو پورا پورا کامل وہ معلوم ہوتا ہے ورنہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیک ہیں مگر کامل اکمل نہیں حضرت کے سامنے بھی اس وقت یہ عرض کرتے خوف معلوم ہو رہا ہے آجکل لوگوں کی حالت بہت ہی افسوسناک ہے خدا جانے کوئی مجھے کیا کہے آزادی طبیعت میں اس قدر بڑھ گئی ہے کہ رشتہ دار باعزیز سے بھی ملنے کو جی نہیں چاہتا اگر کوئی بلا قصد مل گیا فبہا ورنہ بالقصد کسی کے پاس حتیٰ کہ بیمار تک کے پاس ہی نہیں جاتا لوگ بیمروت کہتے ہیں مگر میں کیا کروں اپنے دل میں تعلقات کی گنجائش ہی نہیں پاتا جانتا ہوں کہ اقارب سے ملنا مریض کی عیادت سنت ہے مگر پھر بھی ایسے تعلقات سے طبیعت الجھتی ہے اس خیال کی اصلاح کا طالب ہوں

تحقیق۔ مبارک حال ہے اور اس وقت کیلئے مناسب ہے اس میں عملی اعتدال بعد چندے پیدا ہو جائیگا۔ مداومت احکام کی برکت سے گو بے تعلقی اس وقت سے بھی زیادہ بڑھ جائے گی۔

حال۔ لیکن حالت چند روز سے یہ پیش آرہی ہے کہ اگر کسی کو بے راہ چلتا دیکھتا

ہوں بے اختیار دل چاہتا ہے کہ یہ راہ پر آجائے اگر اُس کو طالب صادق پاتا ہوں
تو اور بھی دل بےچین ہو جاتا ہے گو جانتا ہوں کہ مجھے کیا پڑی تو اپنے حال کو درست
کر مگر اس وقت کچھ ایسی مجبوری سی ہوتی ہے (اور بعد کو شرمندہ بھی ہوتا ہوں)
کہ اُس سے بطور سمجھانے کے گفتگو کرنے لگتا ہوں اور چونکہ محض دلسوزی کی نیت
سے ایسی گفتگو کرتا ہوں اُسے بہت ہی فائدہ ہوتا ہے اور وہ بہت ہی دعائیں دیتا
ہے ان بندہ بیس روز میں کوئی چار پانچ واقعے ایسے پیش آئے ہیں ان میں سے ایک
شخص ایسے تھے جو ایک ایسے پیر کے مُرید تھے جن کو مسلمان بھی کہنا مشکل ہے وہ
ایسے خوش ہوئے کہ اُنہوں نے فوراً بیعت فسخ کردی اور کئی آدمی ایسے تھے جو کسی
سے بیعت ہی نہ تھے مگر تلاش میں تھے میری گفتگو کے بعد اُنہوں نے حضرت سے
خط و کتابت شروع کردی مگر حاشا و کلا جو میں نے اُس کی ترغیب اُنکو دی ہو
بلکہ اُن کے دریافت کرنے پر اپنے بہت سے بزرگوں کے نام تبلا دیے اور اپنا تعلق
حضرت سے ظاہر کر دیا اس بارہ میں بندہ بہت سخت ہے مجھے بہت غیرت آتی ہے
کہ ترغیب دیکر لوگوں کو حضرت کی طرف بھیجوں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس میں تو
گویا حضرت کی بیقدری ہے جس کو ہزار دفعہ غرض پڑے وہ جائے گو دل چاہتا
ہے کہ اس چشمۂ فیض سے ہر متنفس سیراب ہو جائے کل پرسوں سے اس کا خیال
ہوا ہے کہ در پردہ یہ بڑا بنتا ہے اس سے سخت خوف معلوم ہو رہا ہے بس خیال
ہو رہا ہے کہ حضرت کے قدموں میں جبتک ۔۔۔ سب آپڑوں تاکہ اپنی اصلاح
کرلوں اور کسی کی طرف احیاناً بھی التفات نہ ہو اگر حضور کے نزدیک بھی یہ بہت بڑا
قصور ہو تو عند اللہ معاف فرمادیں آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

تحقیق۔ حال اضطراری قصور نہیں خصوص جب نافع بھی ہو اور نیت بھی اشتہار یا
تشہیر کی نہ ہو۔

حال۔ ایک خیال اور ہو رہا ہے کہ جیسے حضرت کی خدمت میں اصلاح کیلئے
رہنا ضروری ہے ایسے ہی علٰحدہ رہنا بھی ضروری ہے کیونکہ اگر مشغول رہنا چاہیئے

رہا تو اخلاق رذیلہ ضعیف ہو جائیں گے کیونکہ وہاں اُن کا داعیہ ہی نہ ہو گا۔ مثلاً
بغض وہاں کس سے ہو گا۔ ریا وہاں کیسے ہوگی کبر وہاں کس طرح ہو گا۔ جبکہ اپنے سے
بڑھکر کاملین ایسے لوگ وہاں موجود ہیں اور یہاں رہتے ہیں کبر ہو گا تو اُس کے مقتضا
کے خلاف عمل کرکے اُس کو زائل کیا جائیگا۔ ایسے ریا بغض حسد وغیر ذالک۔ گو میں
اسکو غلط سمجھتا ہوں مگر بار بار یہ خیال آتا ہے اس لئے اسکی اصلاح کا طالب ہوں
کیا ایک مدت تک مثلاً چار ماہ تک خدمت اقدس میں رہنے سے جو اخلاق ضعیف ہو
جاویں گے تو پھر قابل اطمینان حالت ہو جاویگی یا نہیں۔

تحقیق۔ اس میں ہر ایک کی استعداد جُدا ہے طالب کو جب اپنے حالات کی نگرانی
ہوتی ہے خود سمجھ میں آ جاتا ہے مگر احتیاطاً جو عمل کرے شیخ سے اذن لیلے۔

حال۔ ایک خیال یہ پیدا ہو رہا ہے کہ مجھے کئی ماہ ذکر کرتے ہوئے ہو گئے مگر کوئی ایسا
حالت جیسی ذاکرین کو پیش آتی ہیں پیش نہیں آئی گو میں یہ بھی جواب دیتا ہوں کہ کے
آدمی و کے پیر رشدی اور یہ بھی کہتا ہوں کہ یہ حالات کسی درجہ میں بھی مقصود نہیں
نہ ان کا حصول موجب فخر نہ عدم حصول موجب غم اور الحمد للہ کہ دلمیں ان کی تمنا
وسوسہ کے درجہ میں بھی نہیں مگر پھر بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ گو یہ حالات مقصود نہیں
مگر اُن سے یہ معلوم ہوتا رہتا ہے کہ راستہ طے ہو رہا ہے۔

تحقیق۔ یہ بھی کلیہ نہیں بعض اوقات رجعت میں بھی ان حالات کے مشابہ پیش آ جاتے
ہیں۔

حال۔ پس اُن کے نہ ہونے سے یہ شبہ ہو رہا ہے کہ شاید مجھے اس راستہ سے
مناسبت ہی نہیں۔ اس کی اصلاح فرمائی جائے۔

تحقیق۔ اوپر لکھا گیا۔

حال۔ میں نے ایک دفعہ حضرت سے عرض کیا تھا کہ مجھے کم سے کم کتنے روز خدمت
اقدس میں رہنے کی ضرورت ہے یعنی زیادہ تو جس قدر میسر ہو جائے خوش قسمتی ہے
لیکن کم سے کم کتنی مدت چاہیے تو حضرت نے غالباً یہ فرمایا تھا کہ اگر چند روز یہاں رہو گے

59

اور اپنا حال ظاہر کرتے رہو گے یا بذریعہ خط و کتابت حالات سے اطلاع دیتے رہو گے تو پھر استعداد کا اندازہ کر کے ہم بتلائیں گے سو بندہ ڈیڑھ ماہ کے قریب قریب حضرت کی خدمت میں بھی رہا اور جیسے خط و کتابت بھی جاری ہے اور اب ارادہ قیام کیلئے حاضری کا ہے۔ اگر اب اندازہ بتلا دیا جائے تو اسی قدر مدت کا ارادہ کر کے حاضر ہوں۔

تحقیق۔ بتلانا تخمینی ہوگا تو اس کی ضرورت ہی کیا ہے ہر حال میں قیام نافع ہے جتنا ممکن ہو انتظام کرلائیں۔

حال۔ اور حالت بندہ کی ہے کہ میری کفالت والد صاحب ہی فرماتے ہیں اس وقت تک مجھے بالکل فراغ حاصل ہے اور آئندہ کیلئے بھی بظاہر کچھ فکر نہیں میں نے ارادہ کرلیا ہے (اور اس ارادہ کو والد صاحب پر بھی ظاہر کر دیا ہے) کہ اب میں دنیوی امور میں نہ لگوں گا۔ کیونکہ مجھے دلچسپی ہی نہیں رہی۔ اگر تنگ معاش ہوئی تو اگر اللہ پاک نے ہمت عطا فرمائی تو توکل ورنہ کوئی دینی خدمت کر کے اس سے بقدر ضرورت خرچ بھی لیا کروں گا اور ایسی دینی خدمت ذہن میں بھی ہے (جس کے وقت آنے پر حضرت سے مفصل عرض کر کے مشورہ لیلوں گا) کہ یہاں ایک مدرسہ کی صورت قائم کی گئی ہے اور اس نواح میں ضرورت بھی ایسے مدرسہ کی سخت ہے۔ مگر چونکہ اس کی خدمت کرنے والا ایسا شخص نہیں جو ہمہ تن مصروف اس میں ہو جائے۔ اس لئے دلی خواہش ہے کہ اللہ پاک کبھی فراغ عطا فرما دیں گے اور اپنے اندر اہلیت اس خدمت کی ہوگی تو یہ خدمت کرونگا اور اسکے اندر بقیہ عمر بسر کر دوں گا بس ایک کام تو دنیا میں مجھے ہے ورنہ اور کوئی خواہش دل میں نہیں۔ بس اس حالت کو مدنظر رکھ کر مدت قیام کی تعیین فرمائی جائے۔

تحقیق۔ یہاں رہنے سے معلوم ہو جاویگا۔ میری رائے میں بفضلہ تعالیٰ مناسبت تامہ ہو گئی ہے جس کو میں بڑی نعمت سمجھتا ہوں اب پختگی کا انتظار ہے جو تھوڑے تغیر تبدل کے بعد ہو جاتی ہے۔

حال ۔ اور اس عرض سے حضرت پر بار ڈالنا مقصود نہیں بلکہ چونکہ چاہتا ہوں کہ کوئی کام بھی حضرت کے مشورہ کے خلاف نہ کروں اسلئے یہ تکلیف دیتا ہوں ۔

تحقیق ۔ راحت ہے ۔

حال ۔ یہ بھی عرض ہے کہ اوپر جو میں نے اپنی خواہش مدرسہ کی خدمت کی ظاہر کی ہے اگر یہ خیال بھی میرے مضر ہو تو اس سے بھی مطلع فرمایئے تاکہ اس خیال کو بھی دل سے نکالدوں ۔

تحقیق ۔ نکالنے کی ضرورت نہیں البتہ تفصیل ملاقات کے وقت ہو جائیگی ۔

حال ۔ بربنائے قول صوفیہ بقولہ تعالیٰ فی یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ۔ السلم فی التصوف ھو موت النفس عن الصفات الذمیمۃ وعن الدنیا والاٰخرۃ مع انہ حی قایم لا یتحرک ولا یسکن الا للہ ۔ وبحدیث نبویہ الخلیل الرحیل خیر عصٰی وکما ھو ۔ بندہ کو عزم مصمم ہوا کہ متجا اقوال و افعال اختیاریہ صادر ہو محض للہ ہی ہو کیونکہ احقر کی فہم میں یہ آتا ہے کہ ہر امر مباح برائے خیر مع نیت صحیح للہ سے خارج نہیں یہانتک کہ بول و براز تک حضرت اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ دوام و استقامت بخشے ۔ آمین ۔

(۲) باقی حالات بحال سابق ہیں یعنی وجد و گریہ و خشیت واقیہ و تلاوت بعض آیۃ شریفہ وغیرہا سے ہوتی ہے وعلاوہ فراغت شغل معہود و صلوٰۃ اکثر اوقات درود شریف و بعض اذکار زبان پر جاری رہتا ہے لیکن زیادہ مقتضی طبیعت کا یہ ہے کہ اسم ذات بلا تلفظ (پاس انفاس) سانس جاتے آتے جاری رہے ۔

تحقیق ۔ لفظ سے سے ظاہر یہ ہے کہ مقتضا طبیعت سے مراد طبیعت کی خواہش ہے تو اس کا طالب کو کیا حق ہے دوسرے عدا کے خود خلاف ہے اور اگر مقتضیٰ سے مراد طبعی و غیر اختیاری ہے تو رہے کے کیا معنے ۔

حال ۔ یہ ذکر بحالت ناپاکی و بول براز روکنا چاہئے یا نہیں ۔

تحقیق ۔ یہ ذکر سے مراد مع قید بلا تلفظ ہے یا کیا ؟

۶۱

حال ۔ ساتھ خسران ہی خسران نظر آتا ہے ایک مدت سے معمولات میں جو ناغہ شروع
ہوا تو اب تک اُس کا سلسلہ قائم ہے چنانچہ اس کی کلفت سے بھاگ کر حضرت والا کی
خدمت میں حاضر ہوا مگر میری بدبختی بھی سیدھے ساتھ ساتھ ہے مداومت نصیب نہیں
اب حضرت دستگیری فرمائیں میں سخت گمراہی اور تاریکی میں مبتلا ہوں ۔

تحقیق ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کی قدر کرنا چاہئے ظاہر ہے کہ بالکل نہ ہونے سے
گاہ گاہ ہونا غنیمت اور نعمت ہے اگر اس کا شکر کیا جاوے مزید یعنی دوام نصیب ہوگا
اور ناشکری سے اسکے سلب یعنی عود الی الترک سابق کا خوف ہے اس لئے جس طرح ہو
سکے جاوے انشاء اللہ تعالیٰ ۔

شعر

یوسف گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور ۔ کلبۂ احزاں شود روزی گلستاں غم مخور

خصوص جب عدم مداومت کا سبب طبیعت کی علالت ہو تو خود علالت کا لغو یعنی
اجر و تقویت استعداد باطنی اُس ناغہ کا نعم البدل ہو جاتا ہے تو حقیقۃً وہ عدم مداومت
ہی نہیں ۔

۶۲

حال ۔ قضائے الٰہی سے ماہ حال میں تقریباً ایک ہفتہ تک احقر کی طبیعت خراب ہو گئی
تھی جسکے باعث اس عرصہ میں بعض معمولات تو بالکل متروک ہو گئے تھے اور بعض کمی
کے ساتھ ادا ہوتے رہے اور بوجہ بقائے ضعف اب تک اُس کا کچھ تدارک نہیں ہو سکا
لہٰذا جب یاد آجاتا ہے تو افسوس و ملال ہوتا ہے ۔

تحقیق ۔ تاسف نہ کریں لکیلا تاسوا علیٰ ما فاتکم ۔ ہر امر غیر اختیاری کو عام ہے ۔

حال ۔ اور بعض وقت بعض نوافل مثل صلوٰۃ ضحیٰ و اشراق وغیرہ کی بھی التزام ہے

تحقیق ۔ بعض وقت کیا معنے التزام وہ ہے جو ہمیشہ ہو الا لعذر ۔

حال ۔ ورنہ این حقیر سراپا تقصیر ہمہ تن بحر گناہ میں مستغرق ہے جس کے سبب
کوئی ذکر و عبادت ہجوم وسوسہ سے خالی نہیں اور بلا حضور قلب سب بیکار
ہے ۔

تحقیق ۔ آپ کے کلام میں ایک مقدمہ مطوی کہ وسوسہ منافی حضور ہے اور دوسرا

مقدمہ صحیح ہے کہ بلا حضور سب بیکار ہے کیا ان دونوں مقدموں کی آپ کے پاس کوئی دلیل ہے یا آپکی مجتہدانہ رائے ہے اور کیا طالب کو رائے قائم کرنیکا منصب ہے۔

حال۔ حسب ارشاد حضور کے مواعظ دیکھ رہا ہوں قلب پر عجب اثر پڑتا ہے حضور قلب کی ایک دفعہ سے حقیقت معلوم ہونے سے توفیق ہوئی پانچ چار دن تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ نعمت حصول اس کا بہت ہی آسان مگر اس کے بعد پھر وہ کیفیت جاتی رہی اب کبھی کبھی خیال ہو جاتا ہے حضرت یہ مرض میرے اندر قریب قریب ہر باب میں ہے قلب متاثر بہت جلد ہو جاتا ہے مگر پھر وہ اثر قیام نہیں رکھتا حضرت دعا بھی فرماویں اور کوئی علاج بھی کہ جس سے استقامت قلبی پیدا ہو جاوے۔

تحقیق۔ بس اس کا طریقہ بجز مداومت کے کچھ نہیں گو بتکلف ہی ہو جیسے ابتدا میں قرآن کچا ہوتا ہے مزاولت سے پک جاتا ہے۔ یہی حال باطنی حالات کا ہے۔

۶۳

حال۔ نیز مواعظ سے چند مراقبات کے کرنے کی طرف رغبت پیدا ہوئی مگر اب تک کوئی شروع نہیں کیا حضور کی تجویز کی ضرورت ہے مراقبات یہ ہیں مراقبہ موت مراقبہ محبت خداوندی وغیرہ ان دونوں میں یا اور جو حضور کی رائے ہو تجویز فرماویں۔

تحقیق۔ اگر ذکر ہی سے ان مراقبات کی غایت حاصل ہو جاوے تو مستقلاً حاجت نہیں۔

حال۔ آپ کے ارشاد کے موافق عمل کر رہی ہوں کچھ دن حکیم کا بھی علاج کیا جب آرام معلوم ہوا چھوڑ دیا اب میری طبیعت آپ کی دعا سے بہت اچھی ہے اب پڑھنے کی بابت عرض یہ ہے کہ جب سے حافظ جی پڑھانے آتے ہیں اور مجھ کو معلوم ہوا کہ میرے پڑھنے میں غلطی ہے اُس وقت سے جو سورتیں زبانی یاد ہیں وہی یاد کرتی ہوں

اور سب پڑھنا چھوٹا ہوا ہے۔ آج کئی روز ہوئے کہ میں پڑھنے بیٹھی اُس روز مجھ سے پڑھا نہیں گیا اور طبیعت گھبرانے لگی اس روز سے یاد کرنے میں بھی طبیعت رُکی ہوئی ہے اس حالت کی اصلاح فرمائی جاوے۔ اب میری حالت یہ ہے کہ فرض نماز پڑھتی ہوں اور قضا نمازیں پڑھتی ہوں اور درود شریف پڑھا کرتی ہوں کئی روز سے رات کو بارہ بجے اور کبھی بارہ بجنے کے بعد میری آنکھ گھبرا کر کھل جاتی ہے اور بیٹھ پر کچھ گرمی سی معلوم ہونے لگتی ہے۔

تحقیق۔ گو پڑھنا غلط ہے مگر پڑھنا مت چھوڑو۔ جب تم قصداً غلط نہیں پڑھتی ہو سب غلطی معاف ہے اور تھوڑا تھوڑا صحیح بھی کرتی رہو اور یہ گھبراہٹ غالباً اس خیال سے ہے کہ ہمارا پڑھا ہوا سب بیکار ہے سو اگر یہ ہے تو اوپر کے مضمون سے یہ رفع ہو جاویگی اور اگر یہ نہیں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی مرض یا اثر مرض باقی ہے تو پھر طبیب سے رجوع کرو۔

۶۳

حال سال گذشتہ میں جو شکایت تبخیر کی خدمت عالی میں عرض کی تھی اب تقریباً ایک ماہ سے پھر بدستور سابق وہی حالت ہو گئی بلکہ سال گذشتہ سے زیادہ ہے دماغ بالکل بیکار ہو گیا ہے ہر چند کوشش کرتا ہوں کہ دن میں کچھ ذکر شغل کیا کروں لیکن دماغ کے کام نہ دینے سے مجبور و معذور ہو جاتا ہوں۔ البتہ بعد نوافل تہجد خفیف جہر سے ذکر کر لیا کرتا ہوں اپنی حالت زار پر سخت افسوس آتا ہے کہ خدمت عالی میں بھی حاضر ہو کر وہی محرومی قسمت ساتھ ہی رہی ؎ تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل الخ مجبور ہو کر اب نیازمند تمام واقعات اپنی حیات مستعار کے حضرت عالی کی خدمت میں پیش کر کے دعا اور مشورہ کا طالب ہوں کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیے۔ اپنے بزرگوں سے سُنتا تھا کہ جب احقر کی عمر ۵ برس کی تھی ایک مرض صعب ہوا تھا کہ جس سے امید زیست باقی نہ رہی تھی۔ احقر کے جد امجد طبیب تھے اُنہوں نے آخری علاج کسی کشتہ سے کیا اگرچہ مرض سے نجات ہو گئی لیکن ہمیشہ کیلئے داء العطش الحر، بیکار نا مارنا شروع شباب میں مرض تبخیر کا زور شروع ہوا چنانچہ تایا حکیم صاحب مرحوم

یعنی بھائی ...... مرحوم کے والد بزرگوار نے مراق تجویز کرکے لودیانہ میں علاج شروع کیا ہمیشہ
بار انجبین وتبرید ہوتی رہی یہانتک والد مرحوم اور تایا صاحب مرحوم کا انبالہ میں علٰحدگی
کا زمانہ آیا۔ تایا حکیم صاحب پنشن لیکر ریاست سنولی میں منیجر ہو گئے۔ خاکسار بھی اکثر
سنولی میں اُن کی خدمت میں بغرض معالجہ ونیز دیگر استفادہ حاضر رہا کرتا تھا یہاں بعض
حکیم ...... سے رجوع کیا حکیم صاحب موصوف نے سوائے اسکے اور کوئی دوا تجویز
نہیں کی کہ تو ہمارے پاس رہا کر چنانچہ ہر وقت اُن کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا مریض
کو دیکھنے جاتے یا ہوا خوری کیلئے تشریف لیجاتے تو نیازمند کو ہمراہ لیجاتے غرضکہ
جبتک زنانخانہ میں نہ جاتے مجھ اپنے پاس سے علٰحدہ نہ ہونے دیتے۔ اتفاق سے
منشی ...... سے مطبع میں بوجہ واقفیت سابقہ شراکت ہو گئی۔ اس لئے حکیم صاحب
کی خدمت میں حاضر رہنے کا بہت موقع ملا زاں بعد حکیم صاحب موصوف کی حیات
میں حکیم ...... صاحب سے رجوع کیا۔ لیکن اُن سے ہمیشہ ردو قدح ہوتی رہی کوئی
علاج یا دوا موافق نہ آیا۔ زاں بعد حکیم ...... سے رجوع کیا پھر بوجہ ناموافقت آب وہوا
دہلی چھوڑ کر وطن چلا آیا۔ یہاں آکر بھی حکیم ...... سہارنپوری وحافظ صاحب ......
سے علاج کراتا رہا غرضکہ جبتک علاج کرتا رہا فائدہ رہا جب ترک کردیا بدستور حالت
سابقہ ہو گئی مجبور ہو کر علاج بالکل ترک کردیا اور بجائے علاج کے دودھ کا بکثرت استعمال
شروع کردیا اس سے بین فائدہ معلوم ہوا چنانچہ دس بارہ برس تک تبخیر بالکل نہیں
ہوئی چونکہ عرصہ دو سال سے خاکسار یہاں مقیم ہے دودھ کا استعمال بوجہ مسافرت
یا بوجہ عسرت بہت کم ہوتا ہے اس لئے پھر تبخیر عود کر آئی اب یہ بات بھی غیر ممکن اور
بعید از قیاس ہے کہ صرف صحت جسمانی کیلئے جو ایک عارضی ہے صحت روحانی
جو دائمی ہے فیض صحبت سے محروم ہو کر واپس وطن چلا جاؤں لیکن یہ بھی سخت ناگوار
بلکہ ناقابل برداشت تکلیف ہے کہ اس مقام میں بھی رہکر مثل چارپایوں اور حیوانوں کے
زندگی بسر کروں احقر کو نہ ذکر و شغل کی قوت ہے دماغ کی بیکاری سے بالکل بیکار
ہوگیا ہوں جب طبیعت نہیں مانتی تو آدھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں تو دو گھنٹہ تک دماغ کی

۶۵

پریشانی میں گرفتار رہتا ہوں اور یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر صفحہ تک نیازمند
کے دماغ کو راحت مل جائے اور تبخیر وغیرہ نہ ہو تو خاکسار کا دماغ مثل تندرستوں اور
مثل توانا انسان کے کام دے سکتا ہے۔ اب تین یوم سے ہلیلہ سیاہ مفرد دوا دودھ
کے ہمراہ کھانی شروع کی ہے اُس سے بفضل الٰہی تبخیر کم ہے لیکن زیادہ تر افسوس کی بات
یہ ہے کہ اب کوئی دوا تین روز سے زیادہ فائدہ نہیں دیتی چوتھے روز اُسی دوا سے مضرت
شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے دعا کا طالب ہوں بالآخر اس تمام سمع خراشی کا نتیجہ یہ
ہے کہ نہ تو نیازمند اس موجودہ حالت میں جو بالکل ذکر و شغل سے خالی ہے مثل حیوانات
کے زندگی بسر کرنا چاہتا ہے اور نہ اس دربار عالی سے علیحدہ ہونا چاہتا ہے بلکہ اسی
خاک پاک میں اپنی ہڈیاں ملانا چاہتا ہے اگرچہ اس بیماری کے زمانہ میں کہ جب نیازمند
بالکل معطل اور بیکار رہا اور کوئی بھی ذکر و شغل سوائے ایک وقت معین تہجد کے کچھ بھی
نہیں کیا (جس کا نیازمند کو سخت افسوس ہے) وہ فائدہ حضرت عالی کی صحبت سے ہوا
کہ نہ زبان کو اُس کے بیان کی قوت ہے اور نہ تحریر میں آ سکتا ہے ارادہ تھا کہ اس جگہ
کچھ اپنے حالات گزارش کرتا لیکن بخوف طول مضمون ہو جانے کے ترک کر دیا دوسرے
وقت میں بذریعہ عریضہ عرض کروں گا افسوس اس بات کا ہے کہ اگر نیازمند ایسے وقت
میں اپنے کام میں مصروف رہتا تو موجودہ فوائد سے جو صرف حضرت عالی کی صحبت کے
ہونے میں زیادہ فائدہ ہوتا۔ علاوہ ازیں حسرت کا زمانہ بھی ہے جو میرے کم حوصلہ
دون ہمتی پر دلالت کرتا ہے صبر و استقلال کا کوئی حصہ بھی اس نالائق میں نہیں ہے
دعا کا طالب ہوں اور نیز مشورہ بھی لیتا ہوں کہ اب مجھ کو کیا کرنا چاہیئے۔

تحقیق - جس طرح ذکر و شغل کہ مجاہدۂ اختیاریہ ہے باطن کیلئے نافع ہے اسی طرح مرض
و غم کہ مجاہدۂ اضطراریہ ہے نافع باطن ہونے میں اُس سے کم نہیں بلکہ مجاہدۂ اختیاریہ
میں عجب کا بھی احتمال ہے اور اضطراریہ میں سر بسر انکسار و افتقار ہی ہے اس
حیثیت سے یہ اُس سے انفع ہے ہرگز پریشان نہ ہوجئے اگر ذکر نہ ہو فکر ہی کافی
ہے اگر یہ نہ ہو تو ہادی کا قرب کافی ہے اس میں بھی کمی ہو اس کا غم بھی کافی ہے اگر

۶۶

اگر یہ بھی نہ ہو تو اس سبب کا افسوس تو ہوہی گا وہ بھی کافی ہے خدا تعالیٰ کی نظر رحمت کو اپنی تجویز تنگ کے تابع کیوں سمجھا جاوے ہلیلہ دودھ کا استعمال چندے جاری کیجئے اور مال دین سے زیادہ عزیز نہیں جب مجھ سے دینی منفعت وصل کرلینے میں حجاب نہیں تو مالی منفعت میں کیوں حجاب ہو فی الحال اگر کبھی نہ ہو سکیگا تو بار نہ اٹھاؤں گا عرض کردونگا دونوں طرف توکل و بے تکلفی کا برتاؤ چاہیئے۔

حال - بندہ حضور کی خدمت سے آنیکے بعد سے بخار میں مبتلا ہے اور ملال بھی بہت بڑھ گئی ہے حتی کہ چار رات سے تہجد اور وظیفہ بھی نصیب نہیں ہوتا ہے مگر جب صبح ہوتی ہے دل میں اس طرح کی پریشانی اور غم ہوتا ہے آنکھ سے پانی نکلتا ہے اور کبھی کبھی رونا آتا ہے اور ذکر کرنے کا شوق بھی اس قدر ہوا ہے اگر نہ کریں دل میں کسی طرح کی راحت اور چین نہیں ہوتی ہے آج رات کو اٹھا تھا دو رکعت نماز پڑھکر وظیفہ کروں گا۔ مگر کسی طرح نہ ہوسکا اور دل میں کیا کیا حالات گذرتے ہیں خادم کو اس وقت لکھنے کی طاقت نہ ہوئی۔

تحقیق - ماشاء اللہ تعالیٰ حالات محمود ہیں بیماری سے جو کمی ہوتی ہے اُس سے نفع میں کمی نہیں ہوتی۔ اس پر بھی اگر ان حالات کا بجز غلبہ ہونے العود اطلاع دینے میں سستی نہ کریں۔

حال - وہاں سے جب سے واپس آیا ہوں بہت فرق معلوم ہوتا ہے یہ کہ جو وہاں یکسوئی تھی وہ یہاں بالکل نہیں پاتا ہوں اور ذکر صبح چھ ہزار اسم ذات شریف اکثر دو نشست سے کم میں پورا کرنے کی نوبت نہیں آتی کبھی اتفاقیہ ایک نشست میں شاید پورا ہوجاتا ہے اور عید کے لئے بھی کیا عرض کروں اکثر گاہے بگاہے ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ وقت پر آنکھ نہیں کھلتی اس وجہ سے بد دلی سی معلوم ہوتی ہے اور جس روز ایسا اتفاق ہوتا ہے اُس روز دن بھر طبیعت کسل رہتی ہے سخت پریشان ہوں حضور جلد خبر لیویں اور میرے لئے دعا کریں۔

تحقیق - بد دلی کی کیا بات ہے حضور اور غیبت میں فرق لازم ہے اور بعض

نہیں۔

حال۔ ماہ رجب میں وہاں تھا (تھانہ بھون)، اکثر لوگ میرے شاکی تھے کہ دیکھئے تھانہ بھون گئے ہیں ولیا ہو کر کے آئیں گے۔ چنانچہ اب تک بعضے بعضے لوگ یہی کہتے ہیں اولیا ہو کر کے آگئے اور شکایت ہی کیوجہ لوگ صوفی خواہ شاہ صاحب کہتے ہیں۔ بعض بعض مرتبہ سخت تکلیف ہوتی ہے اور بہت غصہ آتا ہے لیکن چوٹ سی کھا کر چپ رہتا ہوں۔ سخت پریشان ہوں بعض بعض مرتبہ فوراً دل سے یہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے کلام کو مقبول فرما۔ لہٰذا برائے نوازش اس سے مطلع فرمادیں کہ ایسے وقت مجھ کو کیا کرنا چاہئے جو میرے مناسب ہو فرمادیں کہ اس پر عمل کروں۔

تحقیق۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بُرا ماننا محض اس بنا پر ہے کہ میری تحقیر کرتے ہیں حالانکہ میں تحقیر کی قابل نہیں سو بنا ہی غلط ہے میں اس سے زیادہ تحقیر کی قابل ہوں جس بے انتہا عیوب کے جن کا علم خود مجھ کو ہے ان لوگوں کو ہے بھی نہیں۔

۶۸

اوّل ہیبہ خطا آیا

حال۔ کبھی دو چار ماہ میں ایک دو ہفتہ کیلئے بواسیر کا دورہ ہو جایا کرتا تھا مگر اب تین ماہ سے بیار پریشان ہوں۔ علاوہ شدت مرض وضو پندرہ منٹ بھی نہیں رہتا اس وجہ سے بجز نماز پنجوقتہ کے اور سب چھوٹ گیا تکلیف کیوجہ سے طبیعت سُست پڑگئی نفس آرام طلبی چاہتا ہے مجبوراً جو کچھ بھی ہو جاتا ہے اُسی کو غنیمت سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ علی کل حال ورد زبان ہے فعل الحکیم لا یخلوا عن الحکمۃ پر پکا اعتقاد ہے اپنی حالت کا اندازہ کر کے خیال ہوتا ہے کہ بس اب وقت قریب ہی افسوس یہی وقت کچھ کرنے دھرنے کا تھا سو اسی میں گوناگوں امراض میں مبتلا ہوا۔ یہ عمر لول ہی برباد گئی حسرتیں دل کی دل ہی میں رہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اول تو کبھی مجھے خواب نظر ہی نہیں آتے دوسرے میں کچھ اُن پر توجہ نہیں کرتا۔ میں کیا اور میرا خواب ہی کیا نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم۔ مگر مریض کو طبیب کے

حضور میں اپنی جمیع شکایات اور ہر حالات لسوریر بُری بھلی کیفیات عرض کرنی ضرور ہے لہذا کچھ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ تخمیناً ایک ماہ سے خواب میں سورۂ مریم پڑھتا ہوں جس وقت قال سلام علیك پڑھتا ہوں اُس کا تکرار ذرا بلند اور جوش کی آواز میں ہوتا ہے اور آنکھ کھل جاتی ہے جاگ جانیکے بعد قال سلام علیك برابر جاری رہتا ہے اور کبھی وسیق الذین اتقوا ربھم الی الجنۃ زمرا سے اجر العاملین تک خواب میں پڑھتا ہوں اور سلام علیکم طبتم فادخلوھا خالدین زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور آنکھ کھل جانیکے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ لیکن شروع سورۂ مریم سے پڑھنا اور تیسرے رکوع واذکر فی الکتاب ابراھیم کی آیت قال سلام علیك پر آنکھ کھلنا اور بیداری میں بھی اس کا جاری رہنا زیادہ پیش آتا ہے نماز میں بلا قصد سورۂ نصر زبان سے نکلتی ہے پھر اُسے ہی پڑھ لیتا ہوں حالانکہ چاہتا ہوں کہ دوسری سورۃ پڑھوں گا۔ لیکن اذا جاء نصر اللہ ہی زبان سے پڑھی جاتی ہے پھر میں اس کو چھوڑ کر دوسری نہیں پڑھتا۔ بعض روز تمام فرائض و نوافل میں بلا قصد بھی پڑھی جاتی ہے سورۂ اخلاص سے نسبتہ مجھے بہت لگاؤ ہے پہلے میں ہر نماز کی پچھلی رکعت میں سورۂ اخلاص پڑھا کرتا تھا مگر اب یہ التزام نہیں کرتا۔

تحقیق۔ سب حالات محمود ہیں خدا تعالیٰ ظاہراً و باطناً برکت فرمائے۔

حال۔ پہلے بھی کئی طبیبوں نے بتلایا تھا اور اب پھر دوسرے طبیب بہت زور کے ساتھ اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ بروقت اجابت اپنا بول کسی ظرف میں لیلے بعد فراغ اُس بول سے پہلے مسوں بواسیر کو دھو ڈالے پھر قدرے تامل کے بعد پانی سے استنجا پاک کرے تو مسے نہیں رہیں گے اول تو نجاست طبیعت کے خلاف ہے دوسرے انسان کے جزو بدن سے نفع حاصل کرنا نا جائز ہے۔ دل تو ہرگز نہیں چاہتا لیکن طبیب اپنا کرات مرات کا تجربہ بتلاتے ہیں اس لئے کچھ خیال ہوتا ہے اگر حضور اجازت دیں تو اسے بھی کر دیکھوں۔

تحقیق۔ ایسی ضرورت شدید میں گنجائش ہے۔

٦٩

حال۔ الحمد للہ آجتک میں نے کسی مرض میں کوئی دوا نجس یا خلاف شرع داخلی یا خارجی استعمال نہیں کی۔ آیندہ بھی حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیشہ مامون و محفوظ رکھے آمین۔ یا مولائی دو حسرتیں بیتاب کر رہی ہیں۔ للہ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ ان دونوں تمناؤں کو پوری فرمائے۔ ایک کتب درسیہ پوری ہو جائیں۔ دوسرے حج بیت اللہ سب سے آخری آرزو اور مقصود حسن خاتمہ ہے۔ بس اور کچھ ارمان نہیں۔

تحقیق۔ آمین ثم آمین۔

پھر دوسرا یہ خط آیا

حال۔ وظیفہ سابقہ جو اس نیاز نامہ کی ہمراہ ہے اُس میں جو ایک خاص حضرت کے دست حق پرست کی تحریر شریفہ ہے نہیں معلوم کہ اس میں کیا عجیب و غریب اثر تھا اور بہت ہی اُس کو پڑھکر تمام پریشانی و اضطراب کافور ہو گیا۔ اور مرض سے بھی فی الحال ایسا سکون ہو گیا گویا تھا ہی نہیں۔ عرصہ تین ماہ کے قریب گذرا کہ ہنوز دورہ نہیں ہوا اُس تحریر کو بار بار پڑھتا ہوں۔ ہر بار ایک تازہ لطف پاتا ہوں طبیعت سے کسی طرح نہیں ہوتی یہی دل چاہتا ہے کہ اسکو ہر وقت پڑھتا رہوں خصوصاً دو سبب نہایت محمود ہیں خدا تعالیٰ ظاہر و باطن برکت فرمائے ان دونوں جملوں پر علیحدہ علیحدہ ایک حالت سی طاری ہوتی ہے۔ سرشاری سے چیخ مارنے کو دل چاہتا ہے بڑی دشواری سے ضبط کرتا ہوں اس وجہ سے نہیں کہ اس میں میری کچھ تعریف نکلتی ہے بلکہ اس لئے کہ ایسے ارذل مخلوق کمترین انام کالانعام کے حق میں ایسے زبردست شیخ وقت کے قلم حق رقم سے ایسے الفاظ کا نکلنا محض اُس کی قدرت اور اُس کا فضل اور میرے لئے یقیناً مبارک ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک اب کی دفعہ قریب پانچ چھ ماہ کے مرض کا دورہ رہا اس مدت میں نفس سے بڑی بھاری جنگ کرنی پڑی شکست کا اندیشہ تھا مگر بفضلہ اس کا تجربہ ہوا تھا نفس سے ایسی جنگ و جدال بھی ہوتی ہے اگرچہ کسی کی وقت تو پیدا نہیں ہوا۔ مگر اعمال حسنہ حتی کہ نماز پنجگانہ میں اس قدر

سستی و کاہلی معلوم ہوتی کہ از حد اگر حق تعالیٰ کا فضل اور اپنے حضرات اور سلسلہ مقدسہ کی برکت نہ ہوتی تو خدا جانے کیا پیش آتا نفس نے ہر چند چاہا کہ نماز روزہ چھڑا کر گمراہ کرے مگر جھک مار کے بیٹھ رہا حق تعالیٰ نے دستگیری فرمائی۔ اپنے اوقات پر نماز پنجگانہ و کم و بیش تلاوت قرآن کی توفیق عطا فرمائی پہلے ایک قسم کی وحشت۔ پریشانی۔ بلا سبب غم و غصہ بات بات پر گریہ وزاری اگر اتفاقاً کسی بات پر ہنسی آ جاتی تنہائی میں منہ پیٹتا کہ تو کیوں ہنسا فلیضحکوا قلیلاً و لیبکوا کثیراً کے خلاف کیوں کیا۔

تحقیق۔ اس کے یہ معنی نہیں۔

حال۔ احباب کسی آفت ناگہانی کیلئے تیار رہو جو بیٹھو اکثر کوئی ایسا سبب ضرور ہو جاتا کہ اُس ہنسی و خوشی سے بہت زیادہ رنج اُٹھانا پڑتا۔ لہذا بہت اہتمام کرنا ہوتا تھا کہ کوئی بات یا صحبت ایسی نہ ہونے پائے کہ جس سے ہنسی یا زیادہ مسرت پیش آئے۔ بعض مرتبہ اپنے آپ کو شائق بھنا جہنمی ہونیکا فیصلہ کر لیا بعض مرتبہ ایسے خیالات ہجوم کرتے کہ تو عند اللہ مردود ہے ورنہ فلاں عالم صاحب جیسا مجھکو علم ملتا فلاں متقی صاحب جیسا مجھکو اتقاء وغیرہ وغیرہ کبھی ہر شے جو نظر کے سامنے آتی یا ذہن میں ہوتی بہت بُری معلوم ہوتی اور اُس سے نفرت بڑھتی۔ اپنا وجود محض بیکار اور زندگی موجب اعمال سیئہ نظر آتی جسکی وجہ خود کشی کو دل چاہتا مگر اب اس بیماری اور اُس تحریر شریف موصوفہ کے مطالعہ کے بعد یہ حالت دفعۃً بالکل بدل گئی۔ اب ایک قسم کا سکون فرحت مسرت صبر و شکر و رضا بالقضا ادنیٰ ادنیٰ بڑی سے بڑا معلوم ہوتی ہے۔ قدرے کفران نعمت سے قلب لرزتا ہے اپنے حوصلہ اور قابلیت اور استحقاق سے زیادہ حضرت حق تعالیٰ جل جلالہ شانہ کی عنایت و رحمت مبذول و شامل حال مشاہدہ ہوتی ہے نماز سے زیادہ کسی شے میں راحت نہیں ملتی الصلوٰۃ معراج المؤمنین تو اہل دل اور خاصان حق ہی کا حصہ ہے یہی دل چاہتا ہے کہ ہر وقت نماز میں رہوں بالخصوص سجدہ میں پہلے اس خیال سے کہ دنیا میں جس قدر زیادہ رہنا ہوگا معاصی میں

ترقی ہوگی موت کی تمنا اور دعا کیا کرتا تھا اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی جملہ مسلم ہے الدنیا
مزرعۃ الآخرۃ پرچہ لکھ کر ہر وقت سامنے کرے رہتا ہے اور اس حدیث کے متعلق قلب
پر عجیب عجیب مضمون وارد ہوتے ہیں اور اب تمنا یہ ہے کہ دنیا میں بہت زیادہ زندہ ہوں
اور ہر وقت اور ہر سانس اس کی عبادت میں مشغول رہے اعمال حسنہ کا اتنا ذخیرہ اکٹھا ہو جائے
کہ جس سے اس بندے سے حضرت معبود برحق اور اس امتی سے حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم خوش ہوں ورنہ موت آجائے سیئہ تو نہ بڑھیں جب سونے لیٹتا ہوں ۲۴
گھنٹہ کے اپنے اعمال اقوال کا محاسبہ کرتا ہوں الحمد للہ محض خدا کے فضل و احسان
اور آپ حضرات کی توجہ دعا کی برکت سے بظاہر تو حسنہ ہی زیادہ پاتا ہوں بشرطیکہ
عند اللہ مقبول بھی ہوں۔

تحقیق۔ یہ ابتدائی حالت ہے اور اسکے مناسب ہے پھر اس کیفیت کا نعم البدل
عطا ہوگا اور اسی وقت اس کی حقیقت سمجھ میں آوے گی۔ اس وقت سمجھ میں بھی
نہ آوے گی۔ ۷۴

حال۔ ہر لغزش کی آئندہ اصلاح اور استغفار کرتا ہوں خیال نظر زبان کا بہت اہتمام
کرتا ہوں کہ خلاف شرع ان تینوں سے کوئی حرکت نہ ہونے پائے جب تک کسی کی طرف
سے دستگیری نہ ہو اس کا فضل شامل حال نہ ہو انسان بھی حیوان سے اور پھر کیسی
المعطار و النسیان محض نطق کا فرق ہے آہ پھر جب انسان کہ انسانیت کو بھی بڑھا دیا
انسان تو مسجود ملائک تھا اور ایک انسان ہم میں کہ شیطان کو بھی معطل کر دیا۔ اللھم
ربنا اغفر وارحم وانت خیر الراحمین۔ آمین آمین۔ نہیں معلوم پہلی حالت
بہتر تھی یا یہ حالت۔ دونوں مشغول ہے یا دونوں سلک یا سوالی میں کیا اور میری حالت کیا

تحقیق۔ دونوں اچھی ہیں وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ۔

حال۔ بلاشبہ میری دستگیری فرمائیے کل کو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو کس طرح منہ دکھاؤں گا۔ مجھے نفس و شیطان نے کہیں کا نہ رکھا۔ یا مولانا
اللہ کے واسطے دعا کیجیے دست مبارک اٹھا دیجئے اور اٹھا بیٹھا۔ کھانا پینا ہر عمل اور حرکت

راحت میں رہیگا۔ پھر جو زمین با اس قاعدہ (پر اعتماد کرنے) کے بعد تم کو رزق کیطرف نفس کو پاکیزہ کرکے انشراح قلب کیساتھ چلنا چاہیئے کہ (تمہارے) دل میں حرص (وطمع) اور کسی سے مزاحمت (کا خیال) نہو کیونکہ رزق کبھی خود تمہاری طرف آیا کرتا ہے اور کبھی تم کو رزق کی طرف چلنا پڑتا ہے پس (اس قاعدہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر شخص سعی کرنا چھوڑدے بلکہ بعضوں کیلئے سعی کرنا افضل ہے اور بعض کے لئے سعی کا بہتر ہے پس) نہ یہ کہنا چاہیئے کہ ہمیشہ سعی کرنا ہی بہتر ہے اور نہ یہ کہنا چاہیئے کہ مطلقاً سعی نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ بلکہ اپنے اپنے درجہ میں یہ دونوں حالتیں کامل ہیں کیونکہ تم کو وقوع کے بعد ہی یہ بات معلوم ہوسکتی ہے (کہ میری قسمت میں کیا ہے آیا رزق میری طرف آئے گا یا مجھ کو اس کی طرف جانا پڑے گا) باقی حرکت کرنے سے پہلے تم کو یہ بات معلوم نہیں ہوسکتی۔ واللہ غنی حمیدہ

(۱۵) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے نفس کیلئے ان مقامات کو تسلیم نہ کریں جن (کے حصول) کا وہ دعویٰ کرتا ہے جیسے رضا و تسلیم یا حق تعالیٰ کے اختیار میں اپنے اختیار کا فنا ہوجانا (وغیرہ وغیرہ) کیونکہ ہم جیسوں کو خاص طور پر یہ مقامات حاصل نہیں ہوسکتے تو ممکن ہے کہ کسی وقت ہمارا نفس تلبیس میں ڈال کر ہم کو ہلاک کردے۔ پھر یہ بات مخفی نہ ہونی چاہیئے کہ مقام رضا یا تسلیم (حاصل ہوجانے) کے بعد بھی نفس میں کسی قدر) خفی منازعت (باقی رہ جاتی ہے جس) سے (وہ) بچ نہیں سکتا کیونکہ رضا مشتق ہے راض یروض (ریاضۃً) سے (جس کے معنے رام کرنے کے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں رُضت الدابۃ حتی ذلت (میں نے جانور کو رام کرلیا یہانتک وہ سیدھا ہوگیا) اور یہ بات معلوم ہے کہ سرکش جانوروں ہی کیلئے ریاضت کا حکم کیا جاتا ہے (تو جب مقام رضا کی حقیقت یہ ہے کہ نفس ریاضت اور مجاہدات کرتے کرتے احکام الٰہی پر راضی ہوجائے تو یقیناً اس کے بعد بھی اس میں کسی قدر سرکشی کا مادہ ضرور رہیگا جیساکہ شائستہ گھوڑوں میں تعلیم و تہذیب کے بعد بھی کسی قدر سرکشی باقی رہتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ کبھی کبھی شائستہ گھوڑا بھی شوخی کرنے لگتا ہے) اور ایک

عـــہ۔ اس جگہ اشتقاق لفظی مراد نہیں بلکہ معنوی مراد ہے ۱۲ مترجم۔

کچھ شک نہیں کہ سرکشی عین منازعت ہے (اور جب نفس میں منازعت باقی ہے تو خالص مقام رضا کہاں نصیب ہوا) اور اسی طرح مقام تسلیم میں بھی گفتگو ہے کیونکہ تسلیم بھی منازعت ہی کے بعد ہوا کرتی ہے (پس سمجھ لینا چاہیئے کہ ہم لوگ مقام رضا و تسلیم حاصل ہونیکے بعد بھی نفسانی منازعت سے پاک نہیں ہوسکتے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقامات خالص طور پر ہم کو نصیب نہیں ہوسکتے تو ایسے دعاوی سے احتراز کرنا چاہیئے) اور ہم رسالۃ الآداب میں اس عہد پر مبسوط کلام کر چکے ہیں۔ واللہ واسع علیم ٥۔

(۱۵۱) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم ہر جاہل کے ساتھ حلم اور بردباری سے کام لیا کریں حتیٰ کہ اُس شخص کے ساتھ بھی (حلم کا برتاؤ کریں) جو محض اپنی عقل سے بدون دلیل نقلی کے ہم سے علمی گفتگو کرتا ہو کیونکہ اللہ تعالےٰ نے بعض لوگوں کی اپنی اس قول میں تعریف فرمائی ہے واذا خاطبہم الجاہلون قالوا سلاما اور وہ ایسے بندے ہیں کہ جب جاہل لوگ اُن سے گفتگو کرتے ہیں تو وہ کہدیتے ہیں کہ (بس ہم کو معاف کرو) ہم تمہیں سلام کرتے ہیں اور ہم نے جھگڑنیوالیکو جاہلوں میں اس لئے شمار کیا ہے کہ مجادل جس بات کا انکار کرتا ہے وہ اُس کے بارے میں علم کا درجہ نہیں رکھتا بلکہ اُس سے جاہل ہے پھر (انکار کرنے کی وجہ سے) اُس کا علم کم ہوگیا (کیونکہ اگر وہ اُس بات کو مان لیتا تو اُس کے علم میں اضافہ ہوجاتا جیسا کہ جہلا میں جو لوگ اپنے مقابل عالم کی بات مان لیتے ہیں تو اکثر اُن کا علم پہلے سے زیادہ ہو جاتا ہے اور جاہل کو (قطع کلام کیلئے) سلام اُسی وقت کیا جائے جبکہ اُس میں ترقی کی قابلیت نہو اور اُس کے نفس نے جس بات کو خوشنما کرکے دکھلایا ہے اُس سے (اُسکے نکلنے کی امید نہو۔ ورنہ اگر ہم اُس میں ترقی کی صلاحیت پائیں تو (جو بات وہ نہیں جانتا اُسے بتلانی چاہیئے اھ) مدحات علم تک اُس کو پہنچانا چاہیئے۔ واللہ علیم حکیم ٥

(۱۵۲) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہر دعا میں اجابت (اور قبولیت) کا

اعتقاد رکھیں۔ اگرچہ ہم اسکے اہل نہیں ہیں کہ ہماری کوئی بھی دعا قبول کی جائے مگر حق تعالیٰ تو اسکے اہل ہیں (کہ وہ ہم جیسے گنہگاروں کی دعا قبول فرمائیں) اپس محض فضل (و احسان خداوندی) پر نظر کر کے دعا مانگنی چاہیئے۔ پھر اگر اجابت (اور قبولیت) کا کوئی اثر نظر نہ آوے تو ہم کو اسی طرح (خدا سے) خوش رہنا چاہیئے جیسا کہ اجابت کی صورت میں ہم خوش ہوا کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ حق تعالیٰ ہماری مصلحتوں کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ پھر (یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ) اجابت سے مراد یہ ہے کہ (جب بندہ دعا کرتا ہے تو) حق تعالیٰ فرماتے ہیں لبیک عبدی (اے میرے بندے میں سن رہا ہوں اور یہ مراد نہیں ہے کہ حاجت (ضرور) پوری ہو جاتی ہے جیسا کہ لوگ عام طور پر یہی سمجھتے ہیں اور دعا سے بھی حاجت کا مانگنا مراد نہیں بلکہ بندہ کا (خدا کو پکارنا) مثلاً یا اللہ یا رب کہنا مراد ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان اور اگر میرے بندے میری نسبت سوال کریں تو (فرما دیجئے کہ میں (اُن سے) نزدیک ہوں جب کوئی بندہ مجھکو پکارتا ہے تو میں پکارنیوالے کی بات کا جواب دیتا ہوں اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی مسلمان بندہ (خدا کو پکارتا ہے اور اے اللہ (یا اے خدا) کہتا ہے تو حق تعالیٰ (اس کے جواب میں) لبیک عبدی ضرور فرماتے ہیں (پس ہر دعا کیلئے یہ اجابت لازمی ہے اور جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری دعا مستجاب نہیں ہوئی وہ دعا اور اجابت کے معنی ہی نہیں سمجھے۔ پس جان لینا چاہیئے کہ دعا کے معنے خدا کو پکارنا اور اجابت کے معنے حق تعالیٰ کا اُسکے جواب میں لبیک عبدی فرمانا ہے سو ان دونوں میں کبھی تخلف نہیں ہوتا) پھر اس کے بعد بندہ کا یہ کہنا کہ مجھ کو فلاں چیز دیدیجئے یا عافیت عطا کیجئے۔ یا مجھ پر رحم فرمائیے وغیرہ وغیرہ ان کے متعلق خدا تعالیٰ کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں دنیا ہی میں یہ چیزیں بندہ کو عطا فرما دیں یا آخرت کیلئے ان کو ذخیرہ بنا کر جمع رکھیں اور اسمیں بھی بندہ کے حق پر خدا تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے کیونکہ اگر وہ بندہ کی ہر درخواست کو پورا کر دیا کریں تو اس سے بعض دفعہ اُسکی دنیا و آخرت (دونوں) کو نقصان پہنچیگا جیسا کہ

ثعلبہ کو واقعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا ہے کہ اُس نے حضور سے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ حق تعالیٰ سے دعا فرما دیجئے کہ میرا مال زیادہ ہو جائے۔
الحدیث (آپ نے انکار فرمایا اُس نے اصرار کیا تو آپ نے دعا فرما دی حق تعالیٰ
نے آپ کی دعا قبول فرما کر اُس کے مال میں بہت برکت کی پھر جب زکوٰۃ فرض ہوئی
اور اُس سے زکوٰۃ ادا کرنے کو کہا گیا تو انکار کر بیٹھا جس پر حق تعالیٰ نے قرآن
شریف میں اُسکے لئے سخت وعید نازل فرمائی) پس ہر دعا کرنے والے کیلئے مناسب
یہ ہے کہ تفویض کے ساتھ دعا مانگا کرے (یعنی اُس کو خدا کی مرضی پر چھوڑ دیا کرے)
مثلاً یوں عرض کرے کہ الٰہی فلاں چیز مجھ کو عطا کر دیجئے بشرطیکہ آپ کے نزدیک میرے
لئے اُس میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہو۔ پھر اگر حق تعالیٰ عطا فرما دیں گے تو اُسی میں بھلائی
ہوگی اور اگر رد کر دیں گے تو اُسی میں بہتری ہوگی۔ لیکن ایسی دعاؤں میں کہ اے اللہ
مجھ کو اسلام پر موت نصیب کر یا میری مغفرت فرما دے۔ کوئی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں
کیونکہ ان کی طرف تو بندہ ہر حال میں مضطر ہے (اور ان امور کا دنیا و آخرت میں بہتر ہونا
یقینی طور پر معلوم ہے اور ایسی دعاؤں کا شریعت میں حکم بھی وارد ہے) اور عزیز
من! تم کو جاننا چاہئے کہ حق تعالے نے اجابت کی خبر ہم کو (محض) اسی لئے دی
ہے کہ مانگنے والا احتیاط سے کام لے اور جو کچھ وہ مانگے اُس میں خوب غور کرے
کیونکہ اجابت ضرور ہوتی ہے (یعنی ہر درخواست کے بعد حق تعالیٰ لبیک عبدی
ضرور فرماتے ہیں) اسی طرح بندہ کا مطلوب بھی ضرور حاصل ہوتا ہے خواہ دنیا میں حاصل
ہو جائے یا آخرت میں ہم کو اکرم الاکرمین (پروردگار عالم) سے تمام مسلمانوں کیساتھ
اسی (برتاؤ) کی اُمید ہے۔ (پس دعا میں پوری طرح آداب شاہی کی رعایت کرنا چاہئے
کوئی دعا حق تعالیٰ کے خلاف مرضی نہ ہونی چاہئے) اور اس مضمون پر رسالۃ الآداب
میں بسبب مبسوط کلام کیا ہے اور اُس میں آداب دعا کے متعلق بھی (چند) فوائد بیان
کئے ہیں واللہ غنی حمید۔

(۱۵۳) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے دوستوں میں سے کسی کو اُس کے

۸۸

کسی (ہمسر یا ہمعصر) کے ساتھ حسد نہ کرنے دیں بلکہ جس نعمت پر وہ اُس سے حسد
کرتا ہے مثلاً لوگوں کا اُس کی طرف زیادہ متوجہ ہونا یا اُس کو بہت ہدایا دینا یا زہد
و عفت کیساتھ اُس کی تعریف کرنا ایسی نعمتوں کے حصول کا طریقہ اُس کو بتلادیں
اور اُس سے کہیں کہ تم بھی اُس راستہ پر چلو جس سے وہ (ہمعصر) ان نعمتوں تک
پہنچا تو تم بھی اُس کے مثل ہو جاؤ گے باقی اُسکے مرتبے تک پہنچنے کے اسباب
کو بغیر اختیار کئے تمہارا اُس سے حسد کرنا بجز اس کے کہ تم کو پہلے سے زیادہ
نقصان اور حرمان پہنچا ہے اور خدا سے دور کردے اور کچھ فائدہ نہ دے گا۔
چنانچہ اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے پس اچھی سمجھ لو۔

(۱۵۴) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب حق تعالیٰ مخلوق کے سامنے ہمارے
عیوب ظاہر کردیں تو ہم حق تعالیٰ کا شکر بجالائیں اور جب وہ ہم کو اپنے بندوں
میں رسوا کردیں تو یہ سمجھ کر نہایت درجہ خدا سے راضی رہیں کہ اُس نے ہماری ساتھ
یہ برتاؤ کسی حکمت کاملہ ہی کی وجہ سے کیا ہے جس پر ہم جیسوں کی نظر نہیں پہنچ سکتی
پس ہم کو اس معاملہ میں خدا تعالیٰ کی تقلید کرنا چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ خدا کا
شکر ہے کہ اُس نے مخلوق پر ہمارے عیبوں کو اس لئے ظاہر کر دیا کہ وہ ہم کو
اُن سے مطلع کردیں تاکہ ہم اُن سے باز رہیں اور آئندہ ہمیشہ اُن سے بچتے رہیں
کیونکہ انسان کی حالت یہ ہے کہ جب کسی عیب کیساتھ لوگوں میں اُس کی تنقیص
ہونے لگتی ہے تو وہ اپنے ظاہر و باطن کو اُس سے (پوری طرح) بچا لیتا ہے پھر
(اس صورت میں دوسروں کو ملامت ہرگز نہ کرنی چاہیے کیونکہ) حقیقت میں ملامت
کے قابل ہم ہی ہیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ سے غافل ہو کر ایسے افعال کا ارتکاب کیا جو کہ
(بدنامی اور) پردہ دری کا سبب بن گئے اور اگر ہم خدا تعالیٰ کے احکام کی نگہداشت
رکھتے اور اُس سے پوری طرح شرم لیتے تو ہرگز تنہائی میں کوئی گناہ نہ کرتے پھر
جب اس بات سے ہم کو تنبیہ ہوئی کہ خدا تعالیٰ ہمارے افعال سے باخبر ہے۔ تو
اُس نے مخلوق کو ہماری حالت سے مطلع کردیا تاکہ (آدمیوں ہی سے شرم کر اُن

۸۹

ان عیبوں سے ہم باز آجایئں اور اس میں ذہاب اللہ، ہمارے لیے بہت بڑی کمی ہے کہ ہم کو مخلوق (کے مطلع ہونے) کی تو پرواہ ہے اور خدا تعالیٰ کے مطلع ہونے کی ذرا بھی پروا نہیں اس بات کو (خوب) سمجھ لو اور اس پر عمل کرو۔ تم خود ہی اس کی برکت دیکھ لوگے واللہ یتولی ہداک۔

(۱۵۵) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ مسجد میں ریح ہرگز نہ نکالیں اللہ تعالیٰ کا اور اُس کے فرشتوں کا ادب ملحوظ رکھیں کیونکہ یہ خرافات مسجدوں کیلئے مناسب نہیں ہیں بلکہ پیشاب و پاخانہ کی طرح اس کا محل بھی پاخانہ اور بیت الخلا اور جنگل کی اُجاڑ زمینیں ہیں۔ پھر اگر کبھی اتفاقاً مسجد میں ہم سے ریح صادر ہو جائے تو قریب نہر اردنہ کے ہم کو خدا تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہیئے اور (جرمانہ کے طور پر) جس قدر ہو سکے صدقہ بھی کرنا چاہیئے (تاکہ آیندہ پھر ایسی حرکت نہ ہو) پس جو لوگ مسجدوں کے مجاور ہیں اُن کو چاہیے کہ جب وہ ریح نکالنا چاہیں تو اپنے آپ کو وضو کی نالی تک جانے کی تکلیف دیں تاکہ وہاں جاکر ریح صادر کریں اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی اُتنی ہی قدر و منزلت کرتے ہیں جتنی وہ خدا کی قدر و منزلت کرتا ہے اور جن لوگوں نے بارگاہ قرب تک ترقی کی ہے اُنہوں نے ادب اور عزائم ہی کو اختیار کرکے ترقی کی ہے رخصتوں پر عمل کرکے (قرب حاصل نہیں کیا)، اور برادرم افضل الدین رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو مسجدوں میں رہنے والوں پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ مسجدوں میں زیادہ کیونکر بیٹھتے ہیں اور اگر وہ حق تعالیٰ کے ساتھ ادب (و عظمت) کی رعایت کرتے تو مسجدوں میں (زیادہ) ٹھیرنے کی ہرگز طاقت نہ رکھتے۔ کیونکہ وہ خدا سے بات چیت کرنے کی جگہ اور مشاہدہ حق کا محل ہے اھ اور ظاہر ہے کہ جس جگہ بادشاہوں کی زیارت اور بات چیت نصیب ہوتی ہے اُس کے بہت حقوق اور آداب ہوتے ہیں) واللہ واسع علیم ۵

(۱۵۶) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے نفسوں کو اُن لوگوں کی باتیں رد کرنے میں مشغول نہ کریں جو ہماری آبروریزی اور تنقیص کرتے ہیں کیونکہ جو شخص اپنے نفس

کیلئے (خود) انتقام لیتا ہے وہ پریشان ہوتا ہے اور جو شخص اپنے نفس کو خدا کے حوالہ کرے اور اُسی پر اعتماد رکھے حق تعالیٰ بے یار و مددگار رکھے اُس کی نصرت فرماتے ہیں اور (یاد رکھو کہ) حق تعالیٰ اپنے بندوں کو ہمارے اوپر اسی لئے مسلط فرماتے ہیں کہ ہم اُس کی بارگاہ سے دور بھاگے ہوئے ہیں پس عقل کی بات یہی ہے کہ جب مخلوق کسی کی ایذا کی درپے ہو تو وہ کثرت استغفار کے ساتھ خدا کی طرف رجوع کرے اور استقلال و محبت اور سچائی کے ساتھ اُسکی طاعت (بجالائے) پر توجہ کرے اُس وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کی ایذا سے اُسے بچالیں گے۔ ورنہ حق تعالیٰ سے انکی بارگاہ سے بیرخی کرتے ہوئے اپنے نفس کی طرف سے جوابدہی میں مشغول ہونا مخلوق کو اُس سے دفع نہیں کرسکتا اور (اس صورت میں) تکلیف کا زمانہ دراز ہوجاتا ہے اور (ان قصوں میں پڑنے سے) خدا کی طرف متوجہ ہونا بھی اس کو نصیب نہیں ہوتا اور جس کو اس بات میں شک ہو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے۔ اور میں نے ایک مرتبہ سیدی علی خواص رحمۃ اللہ سے ایک شخص کی شکایت کی (کہ وہ مجھ کو ایذا پہنچاتا ہے) تو آپ نے فرمایا کہ تم اُس (کے خیال) سے ہٹ جاؤ (اور خدا پر نظر رکھو) وہ تمہارے (ایذا کے خیال) سے ہٹ جائیگا اھ پھر چندروز کے بعد میں نے عرض کیا کہ میں تو اُس (کے خیال) سے ہٹ گیا مگر وہ (ابھی تک) میرے (ایذا کے خیال) سے نہیں ہٹتا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم پوری طرح اپنے (خیال) کو اُس سے ہٹالیتے تو وہ ضرور تمہارے (ایذا) سے ہٹ جاتا پس اپنے نفس کی تفتیش کرو شاید اُس میں کوئی برا خیال اُس کے متعلق باقی رہ گیا ہو تو میں نے (اپنے نفس کی) تفتیش کی معلوم ہوا کہ میں اُسکے دعاوی کے بارہ میں اُس سے بدگمانی رکھتا ہوں (اور یہ سمجھتا ہوں کہ وہ جس قدر دعوی کرتا ہے سب جھوٹے ہیں) پھر میں نے حق تعالیٰ کی جناب میں (اس بدگمانی) سے بھی توبہ کی تو وہ شخص خود ہی میرے پاس آیا اور حضرت شیخ کو صلح کیلئے واسطہ بنایا اھ (عزیز من!) یہ بات ظاہر ہے کہ دشمن کو تمہارے اوپر اُسی وقت قابو مل سکتا ہے جبکہ تم ٹیڑھی چال چلو اور اگر تم بالکل سیدھے ہو تو اُس کو

۹۱

تمہاری مذمت اور تنقیص کا موقع ہرگز نہیں مل سکتا۔ پس ملامت تمہارے ہی اوپر ہے دشمن کو ملامت کرنا فضول ہے، الغرض یہ بات معلوم ہو گئی کہ جو شخص دشمن سے اپنے (خیال) کو ہٹا لینے کا دعویٰ کرے اور دشمن اُس (کی ایذا رسانی کے خیال) سے نہ ہٹے تو وہ اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے اور میں نے اپنے آقا سیدی الشیخ خضر رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جب کوئی شخص تم کو ایذا پہنچائے اور حق تعالیٰ تم کو اُس ایذا کے سبب پر مطلع کر دیں تو تم کو بہت جلدی اُس (ایذا دینے والے) سے مصالحت اور میل جول کر لینا چاہئے اور اُس سے یہ کہنا چاہئے کہ بھائی میں حق تعالیٰ سے تیرے حق میں کوتاہی کرنے، کی معافی مانگتا ہوں اور خبردار مصالحت میں دیر ہرگز نہ کرنا۔ اور نہ اپنے دل میں یہ کہنا کہ مجھے تو یاد نہیں آتا کہ میں نے کبھی اس شخص کو ایذا دی ہو یا بُرائی کیساتھ کبھی اس کا تذکرہ کیا ہو پھر مجھے اُس سے (ملنے اور اُس سے) معافی چاہنے کی) کیا ضرورت ہے جیسا کہ عام لوگ اس (خیال) میں مبتلا ہو جاتے ہیں (پس تم ایسا ہرگز نہ کرنا) کیونکہ اُس سے کینہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر تم اُسکے علاج میں پریشان ہو جاؤ گے (اور بہت کوشش کرو گے) کہ (کسی طرح) تمہارے دل سے یہ مرض زائل ہو جائے (مگر پھر اس کا دل سے نکلنا دشوار ہو گا) اور اگر تم (پہلے ہی) مصالحت میں جلدی کرتے تو یہ مرض پیدا ہی نہ ہوتا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اُسی کو محبوب رکھتے ہیں جس کی عادت تحمل اور درگذر کرنے کی ہو واللہ غفور الرحیم ٥

(۱۵۷) ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب ہمارے دوستوں میں سے کوئی شخص حاکم کی عدالت میں بلایا جائے "اور خدا اس سے پناہ میں رکھے" تو اُس کو اُن آداب کی تعلیم دیں جو کہ مصائب اور تکالیف کے متعلق ہیں تاکہ وہ (اُن آداب کی برکت سے) اگر خدا نے چاہا تو حاکم کی عدالت سے سلامتی کے ساتھ نکل آوے پس ہم کو اُس سے یہ کہنا چاہئے کہ جب حاکم کا فرستادہ تمہارے پاس آئے تو اُس کی

۹۲

ساتھ جہاں تک ہو سکے روپے پیسے سے سلوک کرو اور جو جرم تمہارے اوپر قائم کیا گیا ہے ایسے جرائم میں فرستادہ کو عام طور پر جتنا دیا جاتا ہو تم اُس سے زیادہ دو (تاکہ وہ احسان سے شرمندہ ہو کر تمہاری خلاصی میں کوشش کرے) پھر جب فرستادہ کے ساتھ چلو تو حاکم کی عدالت میں داخل ہونے سے پہلے جتنا ہو سکے صدقہ خیرات بھی کرو پھر اپنے آپ کو اُن اصحاب خدمت کی جوتیوں کے نیچے سمجھو جو عدالت حاکم میں موجود ہیں۔ پھر عدالت کے دروازہ پر قدم رکھتے ہوئے اپنے دل میں یہ کہو کہ اے اصحاب نوبت میں آج آپ حضرات کی ضمانت میں ہوں۔ (اور یہاں آداب کی ضرورت) اس لئے (ہے) کہ حاکم اللہ تعالیٰ کے اسم جبار کا مظہر ہے تو جو شخص ابتداءً اُسکے سامنے اپنے نفس کو ذلیل نہ کریگا وہ آخر میں کوڑوں اور تھپڑوں سے ذلیل ہوگا۔

پھر اپنے دل میں یہ بھی کہے کہ اے اصحاب نوبت میں تمہاری جوتیوں کی خاک ہوں تم اس معاملہ میں مجھ سے (بیرخی کر کے) اپنی نظر عنایت کو بند نہ کرو اور مجھ پر حاکم کو اور اُسکے عملہ کو شفقت و رحمت کیا تھ مہربان کردو۔ پھر جب حاکم کے سامنے کھڑا ہو تو اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور یوں کہے اللھم انت ولیی وناصری وربی ومولای لا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین۔ اے اللہ آپ ہی میرے ولی اور مددگار اور پروردگار اور آقا ہیں مجھے ایک پل کیلئے بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے (بلکہ اپنی حفاظت میں رکھئے) اور یہ خیال کرلے کہ وہ اور حاکم اور اُس کا سارا عملہ اور مدعی اور مدعی علیہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیں اور وہ سب کو دیکھ رہا ہے اور حاکم سے ڈرنا ہرگز نہ چاہئے ورنہ وہ تم پر قابو یافتہ ہو جائیگا بلکہ حاکم کو ایک بیجان پتھر سمجھنا چاہئے جو کہ بدون حق تعالیٰ کے ہلائے ہل نہیں سکتا۔ بس اس کا منتظر رہے کہ حق تعالیٰ اُس کی زبان سے کیا (بات) نکالتے ہیں در آں حالیکہ حاکم پر اپنی نظر کو منحصر نہ کرے بلکہ حاکم کے پیدا کرنے والے پروردگار پر نظر کرے اور دل سے اُس کا خیال رکھے اور جس کام کو وہ جانتا ہے

کہ میں نے کیا ہے اُس کی بابت اپنی طرف سے کچھ جواب (نہ دے بلکہ جواب) دینے سے
احتراز کرے کیونکہ اس میں حق جل و علا کیساتھ گستاخی ہے اور جو کوئی ایسا کرے گا
اُس نے (گویا) حیا کی رسی (اپنی گردن سے) نکال پھینکی ہے اور وہ خدائے تعالےٰ
عزوجل کے غضب کا مستحق ہو گیا (کیونکہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ حاکم اسم
جبار کا مظہر ہے پس اُسکے سامنے بات بنانا گویا خدا کے سامنے بات بنانا ہے) ہاں
اگر اُس نے اس کام کو نہ کیا ہو تو اُس کو اپنی طرف سے جواب دینا جائز ہے لیکن اگر
کسی ضرر کا اندیشہ ہو تو جواب نہ دینا ہی (اس حالت میں بھی) افضل ہے۔ کیونکہ
حق تعالیٰ فرماتے ہیں انا ولی من سکت میں اُس شخص کا حامی ہوں جو خاموش ہے
نیز اگر حق تعالےٰ کو (ہمارا) امتحان مقصود نہوتا تو وہ ہم کو مصائب میں مبتلا نہ فرماتے (اور
جب خدا نے ہم کو مصیبت میں ڈالا ہے) تو اپنی طرف سے ہمارا بات بنانا بعض دفعہ
بلا کو دفع نہ کریگا۔ بلکہ بعض دفعہ ہم (اپنی طرف سے) مدافعت کرینگے اور (اس) سوء
ادبی کی وجہ سے بلا کسی دوسرے طریق سے ہم پر واقع ہو جائے گی۔ اور جاننا چاہیے
کہ مبتلائے امتحان موقع اتہام میں ہوتا ہے (اس لئے اُس کا اپنی طرف سے جواب
دینا فائدہ مند نہیں ہوتا) اور اس لئے کوئی اس کی مدد بھی نہیں کرتا اور جو جرم اُس کی طرف
منسوب کیا جاتا ہے اُس سے اپنے آپ کو بری کرنے میں اُس کی بات قبول نہیں کیجاتی
اگرچہ (واقع میں) وہ سچا ہو اور (اگر مبتلائے امتحان موقع تہمت میں نہوتا تو) حاکم اُس کا
علماء اور محلہ والے وغیرہ ایک مخبوطۃ الحواس باندی کی اس بات کو کہ فلاں قاضی (یا مفتی اور
عالم) نے اُس کو خراب (و خستہ) کیا ہے محض اُس کے کہنے سے بدون شہادت کے
(ہرگز) قبول نہ کرتے اور نہ قاضی کی یہ حالت ہوتی کہ وہ اپنی برارت پر شہادت قائم کرتا پھر
ہے مگر قبول نہیں ہوتی (لیکن ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں کہ جب کوئی بدکار اور فاحشہ
عورت بھی کسی دیندار کی نسبت یہ دعوی کر دیتی ہے کہ اس نے میری ساتھ منہ کالا
کیا ہے تو عام طور پر اُس فاحشہ کی بات کو جلدی قبول کر لیا جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات شریعت
کے خلاف ہے مگر اسکی پرواہ نہیں کی جاتی اور اگر کسی نے شریعت کا لحاظ کر کے زبان

۹۴

گئی ہیں۔ اب ان کو سابقہ رسائل والے جھوٹوں کے ساتھ شمار کر لیجئے اور جمع کیجئے
کہ کتنے سو جھوٹ ہوئے اور پھر تھوڑی سی عقل کو دخل دیجئے کہ جھوٹ ایسا جرم
ہے کہ اگر ایک جھوٹ بھی کسی کا ثابت ہو جائے تو پھر اُس کی کسی بات کا اعتبار
نہیں رہتا اور جو ایسا جھوٹ بولے جس سے خدا پر الزام آئے تو حسب ارشاد خداوندی
وہ جھوٹا ہے۔ مرزا صاحب نے تو ہر قسم کے جھوٹ بولے ہیں۔ پھر ایسا جھوٹا شخص
مسیح موعود مانا جائے بڑی حیرت ہے یہی حضرات ہیں جنہیں خواجہ کمال مسیح موعود اور تمام
اولیاء اللہ سے افضل مانتے ہیں اور بڑے فخر سے اُن کی مدح میں یہ مصرعہ پڑھتے ہیں ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ کہتے ہوئے اُنہیں شرم نہیں آتی۔ غیر معتبر اور جھوٹا ہونے کے لئے ایک جھوٹ کا ثبوت
کافی ہے اور یہاں تو دو ورق میں اسقدر جھوٹ ثابت کر دیئے گئے اور دکھا دیا گیا کہ مرزا
صاحب مسیح موعود تو کیا ہوتے صلحا اور راستباز جماعت میں بھی اُن کا شمار نہیں ہو سکتا
اور مونگیر سے لیکر بنگال اور حیدرآباد تک اور حیدرآباد سے قادیان اور لاہور اور پشاور
تک ہزاروں دو ورقے شائع کر دیے مگر کسی قادیانی کی مجال تو نہ ہوئی کہ جواب دے
اگر ہم نے غلط کہا ہے تو مرزائی جواب دیں مگر یہ یقینی بات ہے کہ وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اس صحیفہ کے نمبر ۲ میں دوسرے طریقے سے اُن کا کاذب ہونا ثابت کیا ہے یعنی
احادیث صحیحہ سے یہ دکھایا گیا ہے کہ شریعت محمدیہ میں انبیاء کی توہین تحقیقاً اور
الزاماً کسی طرح جائز نہیں ہے اور مرزا صاحب نے اس ناجائز فعل کا ارتکاب بہ کثرت
کیا ہے اور انبیاء کرام کی سخت توہین کی ہے جس سے وہ علانیہ دائرہ اسلام سے
علیحدہ معلوم ہوتے ہیں اور اس توہین میں اپنی عادت مستمرہ کے بموجب محض جھوٹی باتیں
لکھی ہیں۔ مثلاً ضمیمہ انجام آتھم میں مسیح کی نسبت لکھا ہے کہ (۸) حق بات یہ ہے کہ ان
سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ ملاحظہ ہو۔ یہ وہ جھوٹ ہے جس کی شہادت کلام الٰہی دیتا ہے
ارشاد خداوندی سورۂ بقرہ کے دسویں رکوع میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ ہم نے عیسیٰ
بن مریم کو معجزات دیئے اور سورۂ مائدہ میں اُن معجزات کی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اب مرزا

یہ کہنا کہ حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کیسا صریح جھوٹ ہے۔ اور یہ جھوٹ الزاماً نہیں بولا ہے بلکہ اُن کا یہ کہنا کہ حق بات یہ ہے بخوبی ثابت کرتا ہے کہ اس امر میں اُنکے نزدیک جو امر حق ہے اُسے بیان کیا ہے اب اُن کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا اور اُس انکار کو حق بات کہنا قرآن مجید کی آیات مذکورہ سے صریح انکار ہے۔ مگر چونکہ مسلمانوں کو فریب دینا ہے اس لئے صاف انکار نہیں کرتے باتیں بنا کر فریب دیتے ہیں۔ مولوی عبدالماجد مرزائی سے اسی پر گفتگو ہوئی تھی اور مولانا محمد عبدالشکور صاحب نے اُنہیں ایسا عاجز اور ساکت کر دیا کہ وہ اپنے عجز کے خود مقر ہو گئے اور تمام حاضرین جلسہ نے اس کا معائنہ کر لیا۔ اُسی صحیفہ میں ایک جھوٹ یہ بھی دکھایا ہے کہ حضرت مسیح کی نسبت لکھتے ہیں (۹) اُن کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ برادران اسلام ایک اولوالعزم نبی کی شان کو خیال کریں اور مرزا صاحب کی اس گستاخی اور بے ادبی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملاحظہ فرمائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہ عالی مرتبہ پیغمبر ہیں جن کی عظمت اور رسالت اور معجزات اور تقرب الٰہی کا ذکر قرآن مجید میں غالباً دس جگہ آیا ہے۔ اُن کی نسبت مرزا کا قول ہے کہ اُن کے ہاتھ میں سوا مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا یہ کیسی صریح اُن آیات کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ پر الزام ہے جن میں اُن کی عظمت و رسالت بیان ہوئی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی نسبت فرماتا ہے واٰتینا عیسی بن مریم البینات وایدناہ بروح القدس (یعنی ہم نے عیسیٰ کو معجزے دیے اور روح القدس کے ذریعے سے اُن کی مدد کی بعض مقام پر اُن کی تعریف اس طرح فرمائی وجیھا فی الدنیا والآخرۃ ومن المقربین یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ (علیہ السلام) دونوں جہان میں صاحب وجاہت اور مقبول خدا سے ہے) برادران اسلام ملاحظہ کریں کہ جن کی برگزیدہ صفات اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں بیان فرمائے اُن کی نسبت مرزا صاحب نہایت بیباکی سے یہ لکھتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ میں سوائے مکر و فریب کے اور کچھ نہ تھا۔ یہ کیسی صریح تکذیب ہے کلام الٰہی کی کسی مسلمان کو ایسی جرأت نہیں ہو سکتی۔ یہ کہنا کہ الزاماً ایسا کہا ہے

محض جہالت یا فریب ہی ہے اول تو انبیاء کی نسبت ایسی گستاخیاں تحقیقاً اور الزاماً ہر طرح منع ہیں۔ حدیث سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ الزام دینے کا یہ طریقہ ہرگز نہیں ہے اہل علم اسے خوب جانتے ہیں۔ یہی باتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا کو مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا البتہ مسلمانوں کو فریب دینے کیلئے اپنے آپکو اسلام کا مطیع کہتے تھے اور قرآن وحدیث سے استدلال پیش کرتے تھے مگر اُس میں ایسی تحریف کرتے تھے جسے اہل علم ہی خوب سمجھتے ہیں کہ یہ اپنی دلی خواہش کو مسلمانوں سے منوانے کیلئے قرآن مجید کو پیش کرتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ قرآن مجید سے ہمارا مدعا ثابت ہے۔ ان باتوں کے علاوہ اس تحریر میں اور بھی جھوٹ وفریب بیان ہوئے ہیں ناظرین اس نمبر کو ملاحظہ فرمائیں۔ اب یہاں دوسرے قسم کے جھوٹ آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

مسیح قادیان کے بعض علانیہ جھوٹ

جن میں بعض وہ بھی ہیں جو کئی برس ہوئے دکھا کر جواب طلب کیا گیا تھا مگر اب تک یہاں سے قادیان تک سب کا ناطقہ بند ہے۔ جواب سے عاجز ہیں مگر سخت افسوس ہے اُن کے حال پر کہ ایسے علانیہ جھوٹ دیکھ کر بھی اُنکی پیروی سے علیحدہ نہیں ہوتے مقابلہ پر کبھی دم بخود ہو جاتے ہیں کچھ نہیں کہتے کبھی کہتے ہیں کہ حوالہ غلط ہے پوری عبارت نہیں لکھی گئی اصل کتاب دکھاؤ۔ چونکہ جانتے ہیں کہ ہر وقت ہر شخص کے پاس کتاب موجود نہیں رہتی اس لئے ٹالنے کے لئے ایسا کہدیتے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ جو حوالے ہم نے مرزا کی کتاب سے لیے ہیں اگر مرزا صاحب کی کتاب میں یہ مطلب نہ ہو تو ہم مجمع میں اپنے جھوٹے ہونیکا اقرار کریں گے اور ہر غلط حوالہ کی عوض ہزار روپے دینے کو موجود ہیں اگر حوالہ غلط نہ ہوا اور جو مطلب ہم نے ثابت کیا ہے اُس سے ثابت ہوتا ہو تو یقیناً مرزا کو جھوٹا ماننا ہوگا۔ میں تمام برادران اسلام سے کہتا ہوں کہ جب کوئی مرزائی ہمارے حوالہ پر الزام لگائے اُس سے

یہی کہیں اور نہایت زور سے کہیں۔ اب مرزا کے جھوٹوں کا نمونہ ملاحظہ ہو۔

پہلا جھوٹ۔ اربعین ۳ صفحہ ۹ میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب علی گڈھی نے لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کے سامنے مر جائیگا۔ یہ مرزا صاحب کا صریح کذب ہے۔ ان دونوں حضرات نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔ اگر کسی کو دعویٰ ہے تو بتائے کہ کہاں اور اُنکی کس کتاب میں ہے۔

دعائے مرزا میں بھی یہ استفسار کیا گیا ہے اور مجیب کیلئے پانسو روپے کا اشتہار دیا ہے اور یہ رسالہ صحیفہ رحمانیہ سے بہت پہلے چھپا ہے۔ پھر صحیفہ رحمانیہ نمبر اول میں اس جھوٹ کو دکھایا گیا ہے۔ صحیفہ صفر ۱۳۲۲ھ میں چھپا ہے۔ اور اب ۱۳۳۱ھ ہے۔ مگر اس وقت تک کوئی مرزائی اس جھوٹ کے داغ کو مٹا نہیں سکا اور نہ قیامت تک مٹا سکتا ہے۔

دوسرا جھوٹ۔ اخبار بدر مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۰۵ء میں لکھا ہے کہ جتنے لوگ مباہلہ کرنے والے ہمارے سامنے آئے سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ یہ دعویٰ بھی محض غلط اور سراسر جھوٹ ہے۔ صوفی عبد الحق جنکے ساتھ سب سے پہلے مرزا صاحب نے مباہلہ کیا اور صوفی صاحب اب تک زندہ موجود ہیں اور مرزا صاحب کو ہلاک ہوئے آٹھ برس ہو گئے مگر مریدوں کی کذب پرستی کا یہ حال ہے کہ اپنے مرشد کے اس جھوٹے دعوے کو سچ مانکر بڑے زور سے اب تک یہی دعویٰ کرتے ہیں۔ چنانچہ ۱۰ دسمبر ۱۹۱۲ء کے پیغام صلح میں لکھی ہے۔ کئی ایک مخالفین بالمقابل کھڑے ہو کر و مباہلہ کرکے اپنی ہلاکت سے خدا کے اس مامور کی صداقت پر مہر لگا گئے۔ اب کیا جائے کہ یہ کیسا غلط جھوٹ ہے۔ مگر کاذب کی پیروی نے دل کو تاریک اور عقل و ہوش کو بیکار کر دیا کہ مدت رسالے کے بعد بھی واقعی بات کی تحقیق نہیں کرتے۔ اس دعوے کا جھوٹا ہونا ۱۳۲۲ھ میں صحیفہ رحمانیہ نمبر ۱ میں دکھایا گیا ہے۔ بانہمہ ۱۹۱۲ء میں کس جرأت سے کہتے ہیں کہ مباہلہ کرکے اپنی ہلاکت سے خدا کے اس مامور کی صداقت پر مہر لگا گئے۔ اگر

اور کچھ نہیں دیکھا تھا اور مرزا صاحب کے جھوٹ کو بھی وہ سچ سمجھتے تھے تو صوفی
عبدالحق صاحب کو بھی انہوں نے دیکھا یا سنا نہ تھا کہ مباہلہ کرنے والے اس وقت
تک زندہ امرتسر میں موجود ہیں۔ پھر ایسا علانیہ جھوٹ بولتے انہیں شرم نہیں آئی۔
اور یہ بھی خیال نہیں کیا کہ باوجود اس شور و غل کے تمام عمر میں ایک صوفی صاحب
سے مباہلہ کی نوبت آئی اور اُن کی زندگی میں مرزا صاحب ہلاک ہو گئے۔ اور اس
اہل حق کی صداقت پر مہر لگ گئے۔ اب اس علانیہ سچے واقعہ کے خلاف بیان
کرنا کسی صاحب شرم و حیا کا کام ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔ یہ خواجہ کمال کی پارٹی
کا جھوٹ ہے جو اشاعت اسلام کا دعوی کر کے مسلمانوں سے روپیہ بٹول رہے
ہیں لطف یہ ہے کہ ۱۰ جنوری ۱۹۱۱ء کے اہل حدیث میں ان مباہلین کے نام
دریافت کئے ہیں جو مرزا صاحب سے مباہلہ کر کے مر گئے تو بڑی جرأت سے تاریخ

۴۵

مذکور کے پیغام صلح میں اُن پانچ شخصوں کے نام بتائے جنہوں نے مرزا صاحب سے
کسی وقت مباہلہ نہیں کیا۔ البتہ رنج و دنیا کے بہت لوگوں نے مرزا صاحب کے
سامنے انتقال کیا اسی طرح اُن پانچوں صاحبوں نے انتقال کیا مگر اس جماعت کے
کذب کی پیروی اور راستی اور سچائی سے بیزاری قابل ملاحظہ ہے کہ باوجودیکہ پیا
اور اپنے مرشد کا جھوٹ معلوم کر چکے مگر عوام ناواقفوں کے سامنے طمع کر کے
اپنی سچائی دکھانا چاہتے ہیں اور پانچ شخصوں کا نام گناتے ہیں تاکہ ناواقف یہ
سمجھیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے مباہلہ کیا اور مر گئے۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہے
ان لوگوں نے مباہلہ نہیں کیا۔ یہی حضرات اشاعت اسلام کا دعویٰ کر رہے ہیں اور
مسلمانوں سے چندہ مانگتے ہیں۔ اور ہمارے سیدھے سادے مسلمان انہیں
سچا سمجھ کر چندہ دے رہے ہیں۔

تیسرا قول جس میں جھوٹ ہے۔ اربعین ۳ کے صفحہ ۷ میں مرزا صاحب لکھتے
ہیں۔ یہ ضرور تھا کہ قرآن کریم اور حدیث کی پیشینگوئیاں پوری ہوتیں جن میں یہ لکھا تھا
کہ مسیح جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا وہ اسکے کافر قرار

دیں گے اور اس کے قتل کا فتویٰ دیں گے۔ یہ دعویٰ بالکل غلط ہے قرآن و حدیث میں کہیں ایسا نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ امام مہدی اور مسیح جب آئیں گے تو مسلمانوں کے دلوں میں اُن کی محبت اس قدر ہوگی کہ ہر وقت اُن کا ذکر کرینگے اور بلا اُن کی خواہش کے بیعت اُن سے کرنا چاہیں گے اور کرینگے (البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان ملاحظہ ہو) اس قول میں تین باتیں قرآن اور حدیث کی طرف منسوب کی ہیں (۱) یہ کہ علماء کے ہاتھ سے مسیح موعود دُکھ اُٹھائیگا یعنی اُسے ماریں پیٹیں گے (۲) اُسے کافر قرار دیں گے (۳) اُسکے قتل کا فتویٰ دیں گے۔ اور یہ تینوں باتیں قرآن و حدیث کی طرف منسوب کی ہیں۔ یعنی قرآن مجید میں بھی یہ تینوں باتیں آئی ہیں اور حدیث میں بھی۔ مگر جب یہ تینوں دعوے محض غلط ہیں نہ قرآن میں ان دعووں کا پتہ ہے اور نہ حدیث میں۔ اسلئے یہ چھ جھوٹ ہوئے۔ اب جس کو اُن کے سچے ہونیکا دعویٰ ہے وہ قرآن و حدیث سے ثابت کرے ورنہ خدا سے ڈر کر ایسے جھوٹے سے علیٰحدہ ہو جائے۔ آٹھ جھوٹ تو یہ ہوئے۔ اب نواں جھوٹ دیکھئے۔

نواں جھوٹ۔ قادیانی اخبار الحکم مورخہ ۱۹۔ دسمبر ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے۔ دیکھئے یہ کیسا بے پر کا جھوٹ ہے۔ اب قادیانی پارٹی یا لاہوری پارٹی کوئی اپنے مقتدا کی صداقت ثابت کرے اور کوئی معتبر روایت اس مضمون کی دکھائے۔ یہ اس قسم کے جھوٹ ہیں جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب جھوٹ بولنے میں ایسے بیباک تھے کہ جب جو جی چاہا بے تامل کہدیا۔ اب خیال کیا جائے کہ جو شخص ایسا علانیہ جھوٹ بولے جو تھوڑی سی تحقیق سے معلوم ہو سکتا ہے اُس کے اس قول کو کہ مجھے یہ وحی و الہام ہوا ہے کون عقل باور کر سکتی ہے۔

دسواں جھوٹ۔ ۱۲۔ اگست ۱۸۸۵ء کو مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا جس کی سُرخی تھی عام مریدوں کیلئے ہدایت۔ اس میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اُس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اُس شہر کو

چھوڑ دیں۔ یہ قول بھی حضور سرورِ انبیاء علیہ السلام پر افترا ہے۔ اس افترا کی ضرورت مرزا صاحب کو یہ پیش آئی کہ قادیان میں جب طاعون آیا تو مرزا صاحب باہر بھاگ گئے اسلئے اس بھاگنے کو حضور علیہ السلام کا حکم ظاہر کرنا چاہتے ہیں اب اگر سچا ماننے والوں کو کچھ غیرت ہو تو کسی حدیث کی کتاب سے کوئی معتبر روایت اس مضمون کی دکھائیں مگر ہم کہتے ہیں کہ نہیں دکھا سکتے۔

گیارھواں جھوٹ۔ شہادۃ القرآن میں ہی صادق القول فرماتے ہیں۔ اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے اُن حدیثوں پر عمل کرنا چاہئے جو وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں۔ مثلاً صحیح بخاری کی حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفہ کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اُسکے لئے آواز آئیگی کہ ہذا خلیفۃ اللہ المہدی۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے کہ جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ میں ہے۔ اس مضمون کو بخاری کی روایت بتانا بھی اسکی شہادت دیتا ہے کہ مرزا کی طبیعت میں احتیاط اور راستبازی کا بالکل خیال نہ تھا جو دل میں آگیا وہ زور سے بیان کر دیا اور جس کی طرف چاہا اُسکی طرف اُس خیال کو منسوب کر دیا اگر اتفاقیہ سچ ہو گیا تو مدعا حاصل ورنہ باتیں بنانا کچھ مشکل نہیں ہیں اور ماننے والے ہرطرح مان ہی لیتے ہیں عیاں راچہ بیان مرزا صاحب کے مرید اس کی کامل شہادت دیتے ہیں۔ اگر میں غلط کہتا ہوں تو تمام دنیا کے مرزائی ملکر تلاش کریں اور بخاری کی اس روایت کو دکھائیں۔ اے مرزائیو کچھ تو سوچو اور اگر اب تک غفلت میں تھے تو اب سوچو کہ ایسے شخص کے منھ پر دعویٰ نبوت اور مسیحیت اور مہدویت و افضل الامۃ ہی نہیں بلکہ قمر الانبیاء اور افضل من عیسیٰ روح اللہ ہونیکا زیب دیتا ہے جو اس قدر دلیر جھوٹا ہو۔ بخاری شریف مسلمانوں کی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ تمام احمدی ملکر اور جمع ہو کر بتائیں کہ بخاری کے کس باب میں یہ حدیث ہے اور اگر نہ بتا سکیں تو پس اب توبہ کرنے میں کیوں دیر کرتے ہیں۔ یہ تو وہ جھوٹ ہیں جن میں نہ کوئی الہام کی غلط فہمی کام آ سکتی ہے نہ کوئی شرط لگ سکتی ہے نہ پیچ

اللہ ماشاء وشیت کا پیچ چل سکتا ہے نہ بعید ولا یوفی کام دیسکتا ہے نہ چاند اور سورج کا گہن اس کو سچا کر سکتا ہے۔ کیا اسی نبی کی نبوت کی آسمان اور زمین نے شہادت دی تھی۔ اسی کی نبوت قرآن وحدیث سے ثابت کرتے ہو۔ آخر خدا نے انسان بنایا ہے کچھ تو غور و فکر سے کام لو کیا مرنا نہیں ہے کیوں مخالفین اسلام کو ہنساتے ہو اور اُن کی تعداد کو بڑھاتے ہو۔

بارھواں جھوٹ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۰ و ۳۹۱ میں اپنی مدح میں ایک پیشین گوئی گھڑی ہے اور اُسے حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیرایا ہے لکھتے ہیں۔ واضح ہو کہ احادیث نبویہ میں پیشین گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائیگا۔ یہ پیشین گوئی کسی حدیث میں نہیں آئی مرزا صاحب نے جاہلوں کے بہکانے کے لئے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر افترا کیا ہے۔ اگر ہم غلط کہتے ہیں تو کوئی مرزائی اس روایت کو کسی معتبر کتاب سے ثابت کرتے۔ مگر نہیں کر سکتا۔ اس قول میں مرزا صاحب اپنے لئے پیشین گوئی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اور اپنے مریدوں کو خوش کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ بلحاظ محاورے کے لحاظ سے اُسکے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ درحقیقت تو وہ عیسیٰ اور ابن مریم نہیں ہوگا مگر دوسروں سے کہلائیگا۔ یعنی لوگوں سے کہیگا کہ مجھے عیسیٰ اور ابن مریم کہو اس کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں سے جبراً کہلوائیگا اور عیسیٰ اور ابن مریم بنے گا اور دوسرے معنے یہ ہیں کہ نام تو اُس کا کچھ اور ہوگا مگر کسی وجہ سے لوگ اُسے عیسیٰ اور ابن مریم کہنے لگیں گے وہ خود نہیں کہلائیگا اب یہ قول پہلے معنے کے لحاظ سے تو صاف طور سے ایک جھوٹے کی پیشین گوئی ہوئی جیسے دجال کی پیشین گوئی ہے۔ دوسرے معنے کے لحاظ سے مرزا صاحب اسکے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ لوگوں نے انہیں خود عیسیٰ اور ابن مریم نہیں کہا۔ بلکہ اُنہوں نے بہت جھوٹی اور فریب آمیز باتیں بنا کر اپنے کو عیسے اور ابن مریم بنایا ہے تاکہ مسیح موعود کے مصداق نہیں۔ بہر حال جو

۲۸

معنے ہوں۔ کسی حدیث میں یہ پیشین گوئی نہیں ہے کہ میری امت میں ایک شخص
پیدا ہوگا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائیگا۔ ایک جزو اس قول میں یہ ہے کہ نبی کے
نام سے موسوم ہوگا۔ یہ جملہ مرزا صاحب نے بڑی ہوشیاری اور عیاری سے لکھا
ہے۔ اب مرزائی حضرات یہ فرمائیں کہ اس کا کیا مطلب ہے۔ ظاہر اُردو کے محاورے
کے لحاظ سے تو اس کے یہ معنے ہیں کہ درحقیقت تو وہ نبی یعنی خدا کا رسول نہ ہوگا۔
بلکہ اُس کا نام نبی رکھا جائیگا۔ جس طرح اس وقت لکھنؤ میں ایک مشہور بیرسٹر ہیں اُن
کا نام نبی اللہ ہے جا کر دیکھ لیجئے۔ مگر یہ مطلب اس لئے غلط ہے کہ مرزا صاحب کا
نام نبی نہیں رکھا گیا۔ بلکہ غلام احمد ان کا نام ہے غرضکہ برائے نام بھی انہیں نبی کہنا
غلط ہے مگر مرزا صاحب نے یہ جملہ اس لئے تراشا ہے کہ خاص و عام میں مشہور ہے
کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا
اُن کی تسکین کیلئے کہتے ہیں کہ وہ حقیقی نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ نبی اُس کا نام رکھا جائیگا
اس سے مقصد یہ ہے کہ ہم پر یہ الزام نہ لگایا جائے کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے خاتم النبیین ہونے سے منکر ہیں۔ بلکہ اُسے بانکہ ہم نبی کہلانیکے مستحق ہیں۔ ہمیں حدیث
میں نبی کہا گیا ہے مگر یہ محض فریب ہے۔ حدیث میں جنہیں نبی کہا گیا ہے وہ واقعی نبی ہیں
مگر انہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوت کا مرتبہ مل چکا ہے۔ رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد انہیں نبوت نہیں ملی۔ جو حضور علیہ السلام کے خاتم النبیین ہونے
کے مخالف ہو۔ بہرحال یہ یقینی بات ہے کہ کسی حدیث صحیح میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد نہیں ہے کہ میری اُمت میں ایسا شخص پیدا ہوگا جس میں یہ تین باتیں ہونگی
یعنی یہ کہ وہ عیسیٰ کہلائے۔ اور ابن مریم بھی اُسے لوگ کہیں اور نبی کے نام سے بھی موسوم
ہو۔ البتہ صحیح مسلم میں حضرت مسیح ابن مریم کے آنے کی پیشین گوئی ہے مگر اُس میں ۲۷
باتوں سے زائد ایسی بیان ہوئی ہیں جن سے مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔
(صحیفہ رحمانیہ ۱۱-۱۲ کا صفحہ ۱۴-۱۵ تک ملاحظہ ہو) اس حدیث میں پہلے حضرت عیسیٰ کا آنا
اور کافروں کا مارا جانا بیان کرکے یاجوج ماجوج کا آنا اور حضرت عیسیٰ کا ان پر بددعا

بیان ہوا ہے یہ ارشاد ہے فیرغب نبی اللہ عیسیٰ واصحابہ - یعنی اُس وقت خدا کے رسول جن کا نام عیسیٰ ہے اور اُن کے اصحاب خدا کی طرف متوجہ ہونگے اور دعا کرینگے تو اللہ تعالیٰ یاجوج ماجوج کو نیست ونابود کر دیگا - اسکے بعد دنیا کی ایسی عمدہ حالت کی پیشین گوئی ہے کہ اُس کا ظہور اس وقت تک کبھی نہیں ہوا - قادیانی مسیح کے وقت کی حالت تو ایسی خراب ہی اور ہے کہ کبھی ایسی نہیں ہوئی - اس حدیث میں کسی امتی کا نام نبی یا نبی اللہ ہرگز نہیں بتایا - بلکہ حضرت عیسیٰ کی صفت نبی اللہ بیان ہوئی ہے

تیرھواں جھوٹ ۱۳ - نشان آسمانی کے صفحہ ۱ میں لکھتے ہیں - جاننا چاہیئے کہ اگرچہ عام طور پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حدیث صحیح ہو چکی ہے کہ خدا تعالیٰ اس امت کی اصلاح کیلئے ہر ایک صدی پر ایسا مجدد مبعوث کرتا رہیگا جو اُس کے دین کو نیا کریگا - لیکن چودھویں صدی کیلئے یعنی اس بشارت کے بارہ میں جو ایک عظیم الشان مہدی چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اس قدر اشارات نبویہ پائے جاتے ہیں جو اُن سے کوئی طالب منکر نہیں ہو سکتا - مرزا صاحب نے یہ عظیم الشان دعوی کیا اور اکثر رسائل لکھنے میں گذاری مگر کسی رسالہ میں اُن اشاروں کا اجمالی ذکر بھی کہیں دکھایا نہیں گیا - اگر کوئی دکھا سکے تو دکھلایئے - مگر یہ بات قطعاً اور یقیناً جھوٹی ہے کہ چودھویں صدی کے مجدد کیلئے خصوصی اشارے کسی حدیث میں ہیں جو اور مجددوں کیلئے نہیں ہیں - اس مضمون کی ایک روایت صرف ابوداؤد میں ہے جس کے معنی کے اشکال سے اگر قطع نظر کی جائے تو اُس کا مطلب صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع پر مجدد کو پیدا کریگا جو دین کو بہت کچھ نفع پہنچائیگا (الفاظ حدیث کو حاشیہ پر ملاحظہ کیا جائے)

۵۰

ـــه ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علیٰ راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا (ابوداؤد صفحہ مطبوعہ انصاری) اللہ تعالیٰ ضرور اس امت کیلئے ہر صدی کے شروع میں ایسا مجدد بھیجیگا جو دین کی تجدید کریگا - اب قادیانی جماعت بتلائے کہ اس حدیث میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے معلوم ہو کہ چودھویں صدی کا مجدد ممتاز ہوگا - ۱۲

ضمیمہ صفحہ ۲۱ لغایت ۲۲ مضمون الامداد جلد ۲ من قولہ الامداد جلد ۲ نمبر ۳ بابت محرم مضمون معنون الیٰ قولہ مجھکو بھی فائدہ ہوگا

اسکے بعد مستفتی نے دیوبند خط لکھا جو مع جواب ذیل میں منقول ہے پھر حسب درخواست اس جواب کی یہاں اطلاع کر کے ایک جزو کا یہاں سے استصواب کیا وہ استصواب مع جواب بھی منقول ہے

و: الجمعہ ۲۰ ہذا ۔ بخدمت جناب مفتی دارالعلوم دیوبند عم فیضکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ جس مسطور سے مسطور . بالا پر خط مستطیل کھنچا ہوا ہے ازراہ کرم ان کے جواب مدلل سے واقف فرمانا اور نیز اس کے خراج مقاسمۃ اگر محض مالک زمین پر ہے تو کل پیداوار کا خمس (جو کہ یہاں کا خراج ہے) اس سے لیا جائیگا یا جتنا حصہ اسکا پیداوار میں مقرر ہے اوسکا خمس لیا جائیگا امید کہ ان دونوں سوالوں کا جواب دلائل کیساتھ تحریر فرما کر مشکور فرمائیگا کہ صورت مسئلہ واقعی ہے زیادہ آداب والسلام

بندہ سائل دین محمد ر فیروز شاہ ڈاکخانہ اسٹیشن بالی شاہ ضلع لارکانہ سندھ ۲۲ ذیقعدہ ۳۹ھ

الجواب ۲۲۲ شامی جلد ثالث باب العشر والخراج والجزیہ میں درمختار کے قول وھوای الخراج نوعان خراج مقاسمۃ الخ کی شرح میں ہے وقد نقران خراج المقاسمۃ کالعشر لتعلقہ بالخارج ولذا یتکرر بتکرر الخارج فی السنۃ وانما یفترقہ فی المصرف فکل شیٔ یوخذ منہ العشر او نصفہ یوخذ منہ خراج المقاسمۃ وتجری الاحکام التی قرانت فی العشر وفاقا وخلافا الخ

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ عبارت منقولہ شامی ثم اعلم ان ھذا کلہ فی ا ۔ ۔ اما الخراج فعلی رب الارض اجماعا کما فی البدائع میں خراج سے مراد خراج موظف ہے نہ خراج مقاسمۃ اور اصل مسئلہ کے متعلق ایک روایت شامی باب الرکاز صفحہ ۴۵ میں یہ بھی ہے ولھذا قال القہستانی بعد قولہ فی الارض خراج او عشر الاخصر فی ارضنا سواء کانت جبلا او سھلا مواتا او ملکا واحترز بہ عن دارہ وارضہ وارض الحرب ثم رایت عین ما قلتہ فی شرح الشیخ اسمعیل

(رجسٹرڈ نمبر ۷۴۲)

قال اللہ تعالیٰ

رب زدنی علما

وفی الحدیث کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بالموعظۃ فی الایام کراہۃ السآمۃ علینا

امتثالاً للآیۃ کہ دال ست بر مطلوبیت زیادت در علوم و امداد و ناشی حدیث کہ دال ست بر پسندیدہ بودن فصل در ارشاد صحیفہ شہریہ ملقب بہ

الامداد

مشتمل بر شعب علمیہ متنوعہ بسلسلہ دو دائرہ

یعنی امداد الفتاویٰ فی الفقہ والعقائد و حوادث الفتاویٰ فی ما یتعلق بالسوانح الجدیدۃ و تربیۃ السالک فی الاحوال الخاصۃ من السلوک والتوفیق فی جوامع الطریق فی الاحوال العامۃ منہ و ملفوظات خبرت فی الفوائد المختلفۃ النقلیۃ والعقلیۃ کہ کل آں از افادات سلسلہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ مستنبط و جزو آں از افاضات حضرت شیخ العرب والعجم مولانا الحاج الشاہ محمد امداد اللہ ست کہ لقب صحیفہ مشہورست بہ تبرک بنام نامیش نیز و خاصۃ الاشتات کہ از تحقیقات دائرہ دیگر انتخاب است

عدد ۲ و ۳ | بابت ماہ شعبان و رمضان سنہ ۱۳۴۲ھ | جلد ۸

باداراۃ الاحقر رفیق احمد

از مطبع امداد المطابع تھانہ بھون جلوہ گر گرفت

این صحیفہ کاندش امداد نام	یافت ز امداد المطابع نظام

فہرست مضامین رسالہ الامداد بابت ماہ شعبان و رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۰ھ

ببرکت دعائے حضرت حکیم الامۃ مولانا محمد اشرفعلی صاحب مدظلہم العالی

خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون سے

شائع ہوتا ہے

ہمارے ناظرین

ہر پرچہ کو شروع کرنیکے وقت اس سے پہلے پرچے کا ایک صفحہ یا نصف صفحہ دیکھ لیا کریں تو انشاء اللہ موجب مزید لطف کا ہوگا ۔

(مدیر رسالہ)

المصالح العقلیہ

جلد دوم

کتاب الصوم

انسان کیلئے روزہ مقرر ہونے کے وجوہ

فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ اُس کی عقل کو اس کے نفس پر غلبہ اور تسلط حاصل رہے مگر باعث بشریت بسا اوقات اس کا نفس اس کی عقل پر غالب آجاتا ہے لہذا تہذیب وتزکیہ نفس کے لئے اسلام نے روزہ کو اصول میں سے کلیہ ٹھیرایا ہے۔

(۱) روزہ سے انسان کی عقل کو نفس پر پورا پورا تسلط وغلبہ حاصل ہو جاتا ہے

(۲) روزہ سے خشیت اور تقویٰ کی صفت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ترجمہ۔ یعنی روزہ تم پر اس لئے مقرر ہوا کہ تم متقی بن جاؤ۔

(۳) روزہ رکھنے سے انسان کو اپنی عاجزی ومسکنت اور خدا تعالیٰ کے جلال اور اُس کی قدرت پر نظر پڑتی ہے۔

(۴) روزہ سے چشم بصیرت کھلتی ہے۔

(۵) دور اندیشی کا خیال ترقی کرتا ہے۔

(۶) کشف حقائق الاشیاء ہوتا ہے۔

(۷) درندگی وبہیمیت سے دوری ہوتی ہے۔

(۸) ملائکہ کی سے قرب حاصل ہوتا ہے۔

(۹) خدا تعالیٰ کی شکرگزاری کا موقعہ ملتا ہے۔

(۱۰) انسانی ہمدردی کا دل میں جذبہ پیدا ہوتا ہے

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب روزے میں بھوک اور پیاس خصوصیت ہی سے محسوس ہوتی ہوں تو روزے والے کے حال سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے اور خداوند مطلق کی نعمتوں کا شکریہ بوجہ حقیقت کیا ادا کر سکتا ہے اگرچہ زبان سے شکر کرے مگر جب تک اس کے معدہ میں بھوک اور پیاس کا اثر اور اس کی رگوں اور پٹھوں میں ضعف اور ناتوانی کا احساس نہ ہو وہ نعمائے الٰہی کا کما حقہ شکرگزار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جب کسی کی کوئی محبوب و مرغوب و مالوف چیز کچھ زمانہ گم ہو جاوے تو اس کے فراق سے اس کے دل کو اس چیز کی قدر معلوم ہوتی ہے۔

(۱۱) روزہ موجب صحت جسم و روح ہے چنانچہ قلت اکل و شرب کو اطبا نے صحت جسم کے لئے اور صوفیائے کرام نے صفائے دل کے لئے مفید لکھا ہے۔

(۱۲) روزہ انسان کیلئے ایک روحانی غذا ہے جو آئندہ جہان میں انسان کو ایک غذا کا کام دے گا جنہوں نے اس غذا کو ساتھ نہیں لیا وہ اس جہان میں بھوکے پیاسے ہوں گے اور ان پر اس جہان میں روحانی افلاس ظاہر ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنی غذا کو ساتھ نہیں لیا اور یہ بات ماننے کے لائق ہے جبکہ کھانے پینے کی تمام اشیاء خدا تعالیٰ ہی کے خزانۂ رحمت سے انسان کو ملتے ہیں تو جن اشیاء کو وہ یہاں چھوڑتا ہے ان کا عوض وہاں ضرور دیا جائیگا جو یہاں سے بہتر یا افضل ہوگا۔

(۱۳) روزہ محبت الٰہی کا ایک بڑا نشان ہے جیسے کہ کوئی شخص کسی کی محبت میں سرشار ہو کر کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور بیوی کے تعلقات بھی اس کو بھول جاتے ہیں۔ ایسا ہی روزہ دار خدا کی محبت میں سرشار ہو کر اس حالت کا اظہار کرتا ہے

یہی وجہ ہے کہ روزہ غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔

ماہ رمضان میں روزہ رکھنے کی خصوصیت کی وجہ

ماہ رمضان کے اندر روزہ رکھنے کی وجہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہ فرمائی ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ ترجمہ یعنی ماہ رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔
پس چونکہ رمضان میں قرآن کریم نازل ہوا لہٰذا یہ مہینہ برکات آسمانی کے نزول کا موجب ہے اس لئے اس میں روزہ رکھنے سے وہ اصل غرض جو لعلکم تتقون میں مذکور ہے بوجہ اکمل حاصل ہو جاتی ہے۔

ماہ رمضان میں ختم قرآن مسنون ہونیکی وجہ

۳

اس مہینہ میں قرآن کریم کا ختم کرنا اس وجہ سے مسنون ہے کہ قرآن کریم کا نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے پس جو شخص اس مہینہ میں قرآن کریم کو ختم کرتا ہے وہ ساری اصلی اور ظلی برکات کا وارث ہو جاتا ہے وجہ یہ کہ ماہ رمضان ساری اسلامی برکات و خیرات کا جامع ہے ہر ایک دینی برکت اور خیر جو تمام سال میں کسی کو ملتی ہے وہ اسی عظیم الشان ماہ کی برکات و خیرات کے رستہ سے آتی ہے اس مہینہ کی جمعیت سارے سال کی جمعیت کا باعث ہوتی ہے اور اس مہینہ کا تفرقہ سارے سال کے تفرقہ کا سبب ہوتا ہے کیونکہ منبع خیرات و برکات مصلح عالم اصغر و اکبر یعنی قرآن کریم کا قدوم میمنت لزوم و نزول اسی مہینہ میں ہوا ہے شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ ترجمہ۔ یعنی رمضان کا وہ مہینہ ہے جس میں قرآن کریم اتارا گیا۔

تعجیل افطار روزہ و تاخیر سحر کی وجہ

ہر عمل کو اپنے اپنے مناسب وقت و موقع پر بجالانا اعتدال ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزہ کی ابتداء اور انتہا کی حد عمل بیان نہ فرماتے تو بعض لوگ عشاء تک روزہ افطار نہ کرتے یا ابتداء عمل کی حد کو مقدم کر دیتے اور پھر اُن کی تقلید سے عام بندوں کو تکلیف پہنچتی۔

رات کو روزہ مقرر نہونیکی وجہ

چونکہ رات کا وقت بالطبع ترک شہوات و لذات کا ہے لہٰذا اگر رات کا وقت روزہ کیلئے قرار دیا جاتا تو عبادت کو عادت سے اور حکم شرع کو مقتضائے طبع سے [illegible] نہ ہوتا اسی واسطے نماز تہجد اور وقت تلاوت و مناجات شب کو قرار [illegible]

سال میں ایک مہینہ روزوں کیلئے مخصوص ہونیکی وجہ

[illegible] روزہ کی روزانہ پابندی ہمیشہ کیلئے تمام لوگوں سے باوجود تدابیر ضروریہ [illegible] و اموال ممکن نہ تھی لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ کچھ زمانہ کے لئے مہر [illegible] کا اہتمام و التزام کیا جاوے جس سے قوت ملکی کا ظہور [illegible] سے پیشتر جو اس کی ہوئی ہے اس سے اس کا تدارک [illegible] کا حال اُس گھوڑے کا سا ہو جاوے جس کی پچھاڑی اگاڑی [illegible] ہوئی ہے اور وہ دو چار بار ادھر اُدھر لاتیں چلا کر پھر اپنی [illegible] ہوتا ہے۔

[illegible] روزہ کی ایک مقدار مقرر کی جاوے تاکہ کوئی شخص [illegible]

یں افراط و تفریط نہ کر سکے لہٰذا امور مذکورہ کے لحاظ سے یہ بات ضروری
ہوئی کہ ایک مہینے تک ہر دن برابر کھانے اور پینے اور جماع کرنے سے
نفس کو باز رکھنے کے ساتھ روزہ کا انضباط کیا جائے کیونکہ ایک دن
کم مقدار کا مقرر کرنا تو ایسا ہے کہ جیسے دوپہر کے کھانے کو کچھ دیر کر کے
کھانا اور اگر رات کو ان امور کے ترک کرنے کا حکم دیا جاتا تو لوگ اس کے
عادی نہیں اس کی وجہ سے ان کو کچھ پرواہ نہ ہوتی اور ہفتہ اور دو
ہفتے کی ایسی قلیل مقدار ہے جس کا نفس پر چنداں اثر نہیں ہوتا اور دو
مہینے کی ایسی مقدار ہے کہ اس میں آنکھیں گڑ جائیں اور نفس تھک کر
رہ جاتا ان امور کے لحاظ سے روزہ کے لئے یہ بات ضروری ہوئی کہ
طلوع فجر سے غروب آفتاب تک دن کا انضباط کیا جاوے کیونکہ عرب
اسی کو دن شمار کرتے ہیں۔

۵

(۲) چونکہ روزہ تمام قسم کے نفسانی زہروں کے دفعہ کرنے کے واسطے
ایک طرح کا تریاق ہے اور اس میں طبیعت کو تکلیف بھی ہوتی ہے لہٰذا
بقدر ضرورت اس کی ایک معین مقدار ہونی چاہئے جو کہ نہ اتنی کم ہو کہ جس
سے کچھ فائدہ ہی نہ ہو اور نہ اس قدر افراط کر دیا جاوے کہ اس سے اعضا
میں ضعف آجائے اور دلی فرحت جاتی رہے اور نفس کمزور ہو جائے
اور انسان بالآخر اس محنت سے قبر ہی میں جلدی نہ چلا جائے اور یہ معتدل
مقدار وہی ہے جو شروع ہوئی۔ پھر کھانے پینے میں کمی کرنے کے
دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ مقدار میں تھوڑا سا استعمال کرے سو یہ طریقہ تو عام
قانون کے تحت میں مشکل آسکتا ہے اس لئے کہ لوگوں کے مختلف
درجے ہیں کوئی تھوڑا کھاتا ہے کوئی اس سے زیادہ کھاتا ہے اور جتنے طعام
سے ایک شخص سیر ہو جاتا ہے دوسرا بھوکا رہتا ہے سو اس میں انضباط
نہ ہوتا اور ہر شخص بہت کھا کر کہدیتا کہ میں نے اپنی بھوک سے کم کھایا ہے

دوسرا طریق یہ ہے کہ کھانے کے درمیان جو فاصلہ ہوتا ہے وہ معمول سے زیادہ ہو یہی طریقہ شریعت میں معتبر ہے کیونکہ تمام صحیح المزاج آدمیوں کا اس پر اتفاق ہے۔ چنانچہ لوگ عام طور سے صبح وشام دو مرتبہ کھاتے ہیں یا دن رات میں ایک ہی مرتبہ کھاتے ہیں باقی یہ نہیں ہو سکتا کہ روزانہ لوگوں کو کم کھانے کی تکلیف دی جائے مثلاً کہا جائے کہ تم لوگ اس قدر کھاؤ کہ حیوانیت مغلوب رہے ایسا حکم دینا موضوع شریعت کے خلاف ہے مثل مشہور ہے کہ جو بھیڑیے کو چرواہا بنائے وہ خود ظالم ہے اس لئے واجبات میں ایسا کرنا مناسب نہیں پھر یہ بھی لازم ہے کہ وہ فاصلہ اتنی دیر کا نہ ہو کہ اس سے نقصان پہنچے اور قوت کا استیصال ہو جائے مثلاً تین دن رات برابر بھوکا رہنے کا حکم ہوتا اس لئے کہ یہ موضوع شریعت کے خلاف ہے اور ہر ایک کو اس کی تکلیف نہیں دی جا سکتی اور یہ بھی ہونا چاہئے کہ بھوکے پیاسے رہنے کیلئے بار بار کی بھی قید ہو تاکہ ریاضت اور اطاعت کا مادہ پیدا ہو ورنہ ایک بار بھوکے رہنے سے خواہ وہ کیسی ہی قوی اور سخت بھوک ہو کیا فائدہ ہوگا۔

ان مقامات کے تسلیم کرنے پر ماننا پڑے گا کہ روزہ پورے دن بھر کا کامل ایک مہینے تک ہونا چاہئے کیونکہ دن بھر سے کم تو ایسا ہے کہ دن کا کھانا ذرا تاخیر کر کے کھایا جائے اور اکثر لوگوں کو عادت بھی ہوتی ہے کہ رات کے کھانے کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور ایک دو ہفتہ بہت تھوڑی مدت ہے جس کا اثر نہیں ہو سکتا اور دو مہینے تک روزہ رکھنے سے طبیعت بہت کمزور ہو جاتی جیسا اوپر مذکور ہوا۔

(۴) چونکہ روزہ کے قانون کو عام ہونا چاہئے اس لئے کہ اس میں سب کی اصلاح و تہذیب متصور ہے لہذا ہر شخص اس بات کا مجاز نہ ہو کہ جس مہینے میں آسانی سمجھے روزہ رکھ لے اس لئے کہ اس میں باب معذرت کے وسیع ہو جانے کا

اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے انسداد کا اور اسلام کی ایک عظیم الشان عبادت میں سستی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

(۵) مسلمانوں کی ایک بڑے گروہ کا ایک وقت میں کسی ایک چیز کے پابندی کرنے سے ایک دوسرے کو اُس کام میں مدد ملے گی آسانی ہوگی اور کام کرنے کی ہمت پیدا ہوگی۔

(۶) ایک کام کو ایک وقت میں ساری دنیا کے مسلمانوں کا بالاتفاق ملکر کرنا ان کے ملنے باعث نزول رحمت الٰہی اور ان میں صورت اتفاق و اتحاد کیلئے مفید ہے یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لئے خدا تعالےٰ نے روزوں کا ایک ہی مہینہ معین و مشخص کیا ہے پس جو شخص اس نظام الٰہی کو بغیر قصد کے توڑتا ہے اُس پر بجائے رحمت کے لعنت کا نزول ہوتا ہے۔

یکم شوال کو روزہ رکھنا حرام ہونے کی وجہ

سوال یکم شوال کا روزہ رکھنا حرام اور رمضان کا آخری روزہ فرض ہونے کا کیا راز ہے باوجودیکہ دونوں یوم یکساں ہیں۔

جواب۔ یہ دونوں یوم مرتبہ اور درجہ میں برابر نہیں ہیں اگرچہ طلوع و غروب آفتاب میں یکساں ہیں مگر حکم الٰہی میں یکساں نہیں ہیں۔ کیونکہ ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس کے روزے خدا تعالےٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں اور یکم شوال لوگوں کی عید و سرور کا دن ہے جس میں خدا تعالےٰ نے لوگوں پر کھانا پینا بطور شکر گذاری بندگان خود مباح کیا ہے اس لئے اس دن سب لوگ خدا تعالےٰ کے مہمان ہوتے ہیں۔ لہذا خدا تعالےٰ کے مہمان کو واجب ہے کہ اُس کی دعوت و ضیافت کو قبول کرے یہ امر خدا تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے کہ اُس دن کوئی شخص روزہ رکھکر خدا تعالےٰ کی ضیافت و دعوت کو رد کرے مہمان کے لوازم اور آداب میں سے یہ امر بھی ہے کہ روزہ رکھے تو صاحب خانہ یعنی میزبان کے اذن سے

رکھے پس جبکہ یکم شوال کو اہل اسلام خدا تعالےٰ کے خاص مہمان ہوتے ہیں تو پھر اس دن کس طرح روزہ رکھنا جائز ہو سکتا ہے یہ امر شریعت اسلام کی خوبیوں میں سے ہے کہ خدا نے رمضان کا آخری روزہ رکھنا فرض کیا کیونکہ یہ روزہ خدا تعالیٰ کے اتمام نعمت و خاتمہ عمل کیلئے ہے اور شوال کی یکم کو روزہ رکھنا حرام ہوا کیونکہ وہ یوم ان ہے کہ اس میں تمام مسلمان اپنے پروردگار کے مہمان ہوتے ہیں یوں تو تمام مخلوق خدا تعالیٰ کی دائمی مہمان ہے مگر یہ دن اُن کے ایک مخصوص مہمانی اور ضیافت کا ہے جس کو رد کرنا گناہ عظیم ہے۔

ماہ رمضان کی راتوں میں تقرر نماز تراویح کی وجہ

(۱) رمضان کی راتوں میں نماز تراویح اس لئے مقرر ہوئی کہ طبعی خواہشوں کے کمال مخالفت ثابت ہو کیونکہ طبیعت روزہ کی سستی و محنت و مشقت کو دفع کرنے کے لئے استراحت و آرام چاہتی ہے لہذا اس میں ایسی عبادت کا تقرر ہوا کہ جس سے عادت و عبادت میں امتیاز ہو۔

(۲) ماہ رمضان نزول مزید برکات و انوار کے لئے مخصوص ہے لہذا اس مہینے کی راتوں میں بھی ایک خاص عبادت کا تقرر ہوا کیونکہ اکثر برکات و انوار الٰہی کا نزول رات ہی کو ہوتا ہے۔

ماہ رمضان کے عشرہ اخیر میں مسجد کے اندر معتکف ہونیکی وجہ

لفظ اعتکاف عکف سے نکلا ہے جس کے معنے رکنے اور منع کرنیکے ہیں چونکہ معتکف جبکہ روزہ دار بھی ہو تمام حوائج دنیویہ و اغراض نفسانیہ سے اپنے آپ کو بقصد عبادت الٰہی مسجد میں روک کر کے اس کے در پر اپنے کو گرا دیتا ہے اس لئے اس فعل کا نام اعتکاف ہوا اور وہ مسنون بھی ہے چنانچہ بروایت

ابی بن کعبؓ ابن ماجہ میں ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رمضان کے عشرۂ اخیر میں اعتکاف بیٹھا کرتے تھے۔

پس روزہ عاشقانہ رنگ میں ایک تصویری زبان کی دعا والحاح ہے اور اعتکاف عاشق کا دروازہ معشوق پر اپنے آپ کو بحالت تضرع وزاری پیش کرنا ہے گویا معتکف اپنے آپ کو درگاہ الٰہی میں ایسا مقید کرتا ہے جیسا کہ ایک الحاح کنندہ سائل کسی کے دروازہ پر معتکف ہو جاتا ہے اور اپنی حاجت ومراد حاصل ہوئے بغیر نہیں ہٹتا یا یہ کہ عاشق زار کی طرح اپنے معشوق کے دروازہ پر بھوکا پیاسا بنکر اور دنیا کی تمام حوائج واغراض سے فارغ ولا اُبالی ہو کر محض جلوہ محبوب و معشوق کے لئے اُس کے دروازہ پر معتکف ہو جاتا ہے اور جب تک اُس کا معشوق اُس کو اپنا نمونہ نہ دکھلائے اُس کے در سے نہیں ہٹتا اور اُس کے شوق میں ساری لذات کو چھوڑ کر اُس کے در پر آکر سر رکھ دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ اعتکاف خانۂ خدا یعنی مسجدؑ کے بغیر کہیں جائز نہیں کیونکہ عاشق طالب دیدار کو اپنے معشوق کے دروازہ ہی پر گرنا چاہئے اور یہی وجہ ہے کہ بحالت اعتکاف معتکف کو رات میں بھی اپنی عورت سے مباشرت کرنی جائز نہیں کیونکہ صادق عاشق کو ان باتوں کا کہاں خیال رہتا ہے اور یہ جو رمضان کے عشرہ آخری میں لیلۃ القدر کا ظہور روایات میں مذکور ہے وہ ایسی ہی تجلی ہے جس کا اصل ظہور ایسے ہی عاشق پر ہوتا ہے۔

بھول کر کھانے پینے اور جماع کرنیوالے کا روزہ نہ ٹوٹنے کی وجہ

سوال۔ جبکہ صوم کے معنے ترک کرنے اور رکنے کے ہیں تو جو شخص بھول کر کوئی چیز کھالے اس نے حد صوم اور صفت ترک کو توڑ دیا پس اُس کا روزہ

ع بعض اہل علم اور یوں بوجہ تعذر عورت کو گھر میں بھی جائز ہے مگر جبکہ کوئی جگہ معین کرے خواہ اس تعیین سے وہ بھی بحکم مسجد ہو گئی ۱۲ اشرف علی۔

کیونکر باقی رہ سکتا ہے

جواب۔ اگر روزہ دار بھول کر کسی چیز ناقض صوم کا استعمال کرلے تو بھی امساک و ترک شرعی اُس کے حق میں موجود ہے۔ کیونکہ شارع نے اُس کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ فرمایا ان اللہ اطعمہ وسقاہ ترجمہ یعنی خدا تعالیٰ نے اس کو کھلایا اور پلایا۔ پس اس میں بندہ کا فعل حکماً معدوم ہو جاتا ہے اگرچہ حساً وہ کھانے والا ہوتا ہے، اور امساک جس کا نام صوم یعنی روزہ ہے وہ حکمی طور پر اُسی طرح موجود ہے۔

سال میں چھتیس ۳۶ روزے رکھنے صائم الدہر بننے کی حکمت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں من صام صیام رمضان فاتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر۔ ترجمہ یعنی جو شخص رمضان کے روزے رکھ کر اس کے بعد شوال کے چھ روزے اور رکھ لیا کرے تو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ہے اور ان روزوں کی مشروعیت میں یہ بھید ہے کہ یہ روزے ایسے ہیں جیسے نماز پنجگانہ کے ساتھ سنتیں مقرر کی گئی ہیں جن کی وجہ سے اُن لوگوں کا فائدہ کی تکمیل ہو جاتی ہے جو اصل نماز سے پورا فائدہ حاصل نہیں کرتے اور ان روزوں کی فضیلت میں یہ بات ہے کہ ان کی وجہ سے آدمی کو ہمیشہ روزے رکھنے کے برابر ثواب ملتا ہے اس لئے کہ یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس نیکی کے برابر ملتا ہے اور ان چھ روزوں سے یہ حساب پورا ہو جاتا ہے یعنی ۳۰+۶=۳۶ اور ۳۶ کو دس کے ساتھ ضرب دینے سے تین سو ساٹھ حاصل ضرب ہوتے ہیں جو ایک سال کے دن ہوتے ہیں۔

ماہ رمضان میں دوزخ کے دروازے بند ہونے اور بہشت کے دروازے کھلنے کی وجہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے راوی ہیں
اذا جاء شہر رمضان فتحت ابواب الجنة وغلقت ابواب النار وصفدت الشیاطین
ترجمہ۔ یعنی جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھلتے اور
اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیطان جکڑے جاتے ہیں۔
یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں تمام شرور اور بدیاں جو انسانوں سے سرزد ہوتی
ہیں وہ ان کی سیری و قوت جسمی کی وجہ سے ہوتی ہیں سو جب روزہ کے سبب
قوت جسمی میں فتور آجاتا ہے تو گناہوں میں بھی کمی ہو جاتی ہے پھر جب انسان
محض خدا تعالے کے بھوکے اور پیاسے ہوتے اور گناہوں کو ترک کرتے
ہیں تو اُن کے لئے رحمت الٰہی جوش میں آتی ہے اور بہشت کے دروازے
ان کے لئے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازوں کا بند ہونا بھی ظاہر
ہے کہ جب گناہوں کا دروازہ ہی بند ہو گیا جس کے باعث سے غضب
الٰہی کی آگ بھڑکتی ہے تو بیشک دوزخ کے دروازے بھی بند ہو جانے چاہئیں۔
اور شیاطین کا جکڑا جانا بھی ظاہر ہے کہ جب بنی آدم کے رگ و ریشہ
اور جسم میں ناتوانی اور شکم میں سیری ہوتی ہے تو گناہوں کی طرف بھی
رغبت ہوتی ہے اور اندر سے بھوں اور نسوں سے شیطانی تحریکات شروع
ہو جاتی ہیں۔ مگر جب سارے جسم میں بھوک اور پیاس کا اثر ہو اور بحکم الٰہی
شہوانی قویٰ کو روزہ کی خاطر دبا دیا جاوے تو اس میں کچھ شک نہیں کہ اس طرح
سے شیطان جکڑے جاتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ ان
الشیطان یجری من بنی آدم مجری الدم ترجمہ۔ یعنی شیطان بنی آدم کے
رگ و ریشہ میں خون کی طرح جاری اور رواں رہتا ہے اس حدیث سے صاف
ظاہر ہے کہ شیطان کا مقام بنی آدم کے رگ و ریشہ میں ہوتا ہے پس جب
رگ و ریشہ کی قوتوں میں فتور آجائے اور شیطانی تحریکات کا صوم کے سبب سے
ظہور نہ ہو تو بعض کے قول پر یہی شیاطین کا جکڑا جانا ہے اور ظاہر حدیث سے

ظاہری جکڑا جانا معلوم ہوتا ہے دنیا میں جب کسی معزز کی آمد ہوتی ہے مفسدوں کو خاص طور پر نظر بند کر دیا جاتا ہے۔ پس رمضان میں خاص برکات و تجلیات کی آمد سے بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اور پھر بھی جو گناہ ہوتے ہیں وہ نفس کے سبب ہوتے ہیں نہ کہ شیاطین کے سبب

قطب جنوبی و شمالی میں روزہ ماہ رمضان مقرر نہ ہونیکی وجہ

سوال۔ قطبین پر چھ چھ مہینے کے دن رات ہوتے ہیں اور اس کی وجہ بیان ذیل سے اس سوال میں واضح ہو گی۔ جب آفتاب خط استوا پر ہوتا ہے تو اس کی روشنی دونوں قطبوں پر پہنچتی ہے۔ لیکن جس قدر سورج خط استوا سے شمال کی طرف آتا ہے اسی قدر اس کی روشنی قطب شمالی کو آگے بڑھتی اور قطب جنوبی سے ورے ہٹتی آتی ہے اور اسی واسطے قطب شمالی پر دن اور قطب جنوبی پر رات ہوتی جاتی ہے مگر سورج خط استوا سے تین مہینوں میں تو شمال کی طرف آکر خط سرطان تک سے خط استوا پر آتا ہے پس ان چھ مہینوں میں قطب شمالی آفتاب کی روشنی سے منور اور قطب جنوبی اس سے غائب ہوتا ہے اور ایسا ہی باقی چھ مہینے جب آفتاب نصف کرہ جنوبی میں ہوتا ہے قطب جنوبی تو آفتاب کی روشنی سے منور اور قطب شمالی تاریکی میں ہوتا ہے اور اسی واسطے ان دونوں قطب جنوبی پر دن اور قطب شمالی پر رات ہوتی ہے یعنی ۲۱ مارچ سے ۲۲ ستمبر تک آفتاب کے نصف کرہ شمالی میں رہنے کے سبب قطب شمالی پر دن اور قطب جنوبی پر رات ہوتی ہے پس جہاں رات چھ ماہ کی اور دن بھی چھ ماہ کا ہو وہاں روزہ رکھنے کا کیا انتظام ہو گا۔ کسی انسان کی اتنی طاقت و وسعت نہیں ہے کہ اتنے بڑے دن یعنی چھ ماہ کا روزہ رکھ سکے اور چھ ماہ تک غروب آفتاب کا انتظار کرے اور بھوکا پیاسا رہے مثلاً گرین لینڈ میں جو جاوے وہاں اسکے روزے کا کیسا انتظام ہو۔

۱۲ (بقیہ نمبر ۲ پر دیکھیں) جلد رمضان

جواب۔ قطبین اور گرین لینڈ وغیرہ پر روزہ رکھنے کے مسئلہ کو قرآن کریم نے مجملا نہیں دیا بلکہ واضح کر کے بتا دیا ہے چنانچہ وہ فرماتا ہے فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔ ترجمہ۔ یعنی جو شخص ماہ رمضان کو پائے وہ اس میں روزے رکھے۔ پس جہاں رمضان کی نوبت ہی نہیں آتی اور جہاں رمضان موجود ہی نہیں ہے وہاں روزے بھی نہیں اور ایسے مقامات پر یہی حال نماز کا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا تو جہاں یہ اوقات نہیں وہ عبادت موقتہ بھی نہیں جس طرح چونکہ ہاتھ کا نا قرآنی حکم اور اسلام کا عملدرآمد تھا اور ہاتھ کٹے چور مسلمان بھی ہو جاتے اور ہوتے تھے اور نمازیں بھی پڑھتے تھے اور قرآن کریم میں وضو اور تیمم کے وقت دونوں ہاتھوں کا دھونا یا مسح کرنا ضروری تھا مگر جہاں ہاتھ ہی نہیں اُن کا دھونا کیسا۔ اسی طرح جہاں ماہ رمضان ہی نہیں وہاں رمضان کے روزے چہ معنی دارد۔

۱۳

یہ قول بعض علماء کا ہے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ مقصود بالذات خود نماز اور روزہ ہے اور اوقات کی تعیین وہاں ہے جہاں اوقات ہوں اور جہاں اوقات نہوں وہاں وہ عبادات مقصودہ ساقط نہیں ہونگی وقت کا اندازہ کر کے نماز بھی پڑھی جاویگی اور روزہ بھی رکھا جاویگا اور احتیاط اسی قول میں ہے۔ اور اگر کسی کے نزدیک آیۃ موصوفہ اس حسکم پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہو اور اس وجہ سے اس حکم کو غیر مذکور فی القرآن کہا جاوے تو اُس صورت میں اس سوال کا جواب یہ ہے کہ بالعموم قطبین پر بنی آدم کے علاوہ دوسرے حیوانات کی آبادی بھی بوجہ انجماد برف و آب و برودت قریباً ناممکن نظر آتی ہے اس لئے جہاں خدا نے بنی آدم کی آبادی ہی نہیں رکھی وہاں روزہ کا تعیین بھی نہیں ہوا خوب سوچو کہ بادشاہی احکام کا نفاذ و اجراء وہاں ہی ہوتا ہے جہاں اس کی رعیت موجود ہو اور جہاں اُس کی رعیت ہی نہو وہاں احکام کا اجراء بھی نہیں ہوتا اور پہلے

پہلے جواب کی شرح یہ ہے کہ ماہ رمضان جو کہ روزوں کا مہینہ ہے قمری ہے
چنانچہ خدا تعالیٰ بعد ایجاب صوم کے اُس کا وقت بتلانے کے لئے فرماتا ہے
شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ یعنی رمضان کا مہینہ۔ وہ ہے جس میں
قرآن کریم نازل ہوا اور ظاہر ہے کہ رمضان قمری مہینہ ہے اور ہر قمری مہینہ
۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ کا ہوتا ہے پس جہاں یہ قمری مہینہ نہیں ہے وہاں
روزے بھی نہیں ہیں اذا فات الشرط فات المشروط اور عملدرآمد [illegible]
ہو چکا ہے

وجہ تقرر صدقہ فطر

۱۔ عید الفطر میں صدقہ اس واسطے مقرر کیا گیا کہ اول تو اسکے سبب عید الفطر
کے شعائر الٰہی میں سے ہونے کی تکمیل ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اس میں
روزہ داروں کے لئے طہارت اور اُن کے روزے کی تکمیل ہے جس طرح کہ
ہر فرائض کی تکمیل کے لئے سنتیں مقرر کی گئی ہیں ایسا ہی یہ صدقہ مقرر ہوا۔
۲۔ اغنیا اور دولت مندوں اور ذی وسعت لوگوں کے گھروں میں تو عید
ہوتی ہے مگر مسکین و مفلسوں کے گھروں میں بوجہ ناداری کے اسی طرح
سے شکل صوم موجود ہوتی ہے لہٰذا خدا تعالیٰ نے ذی وسعت لوگوں پر
بوجہ شفقت علی خلق اللہ لازم ٹھیرایا کہ مساکین کو عید سے پہلے صدقہ دیں
تاکہ وہ بھی عید کریں یہاں تک کہ نماز عید پڑھنے سے پیشتر ہی ان کو صدقہ دینا
لازم ٹھیرایا اور اگر مساکین کثرت سے ہوں تو یہ صدقہ خاص جگہ جمع کرنے کا
ایما ہوا تاکہ مساکین کو تعین ہو جائے کہ ہمارے حقوق کی حفاظت کی جاتی ہے۔

ہر ذی وسعت مسلمان پر صدقہ فطر ایک صاع جو یا چھوارا یا نصف صاع گندم مقرر ہونیکی حکمت

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ صدقۂ فطر ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت
چھوٹے اور بڑے پر ایک صاع چھوارے یا جو یعنی انگریزی لبری سیر سے
ساڑھے تین سیر پختہ گندم جس ظرف میں آجاویں کہ وہ ظرف ایک صاع کا ہوتا
ہے اس ظرف کو بھر کر چھوارے یا جو اس لئے مقرر فرمائے کہ غالباً یہ
مقدار ایک چھوٹے کنبے کو ایک روز کے لئے کافی ہوتی ہے اس سے
فقیر و مسکین کی حاجت پورے طور سے رفع ہو جاتی ہے اور غالباً کوئی شخص
ایک صاع دینے سے ضرر بھی نہیں پاتا اور جو کے ایک صاع کی جگہ گندم
کا نصف صاع مقرر کیا گیا ہے کیونکہ اُس وقت میں بہ نسبت جو کے
گندم کی گرانی تھی اسی لئے امراء اس کو کھا سکتے تھے اور مساکین
گیہوں نہ کھا سکتے تھے۔

۱۵

باب العیدین

تقرر عید الفطر کا راز

۱۔ ہر قوم میں کوئی نہ کوئی دن ایسا ضرور ہوتا ہے جس میں عام طور سے
خوشی منائی جاتی ہے۔ بہت عمدہ لباس پہنا جاتا ہے اور عمدہ کھانے
کھائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے لکل قوم عید و
ھٰذا عیدنا۔ یعنی ہر قوم کی ایک عید ہے اور یہ ہماری عید ہے
۲۔ یہ وہ دن ہے کہ جب لوگ اپنے روزوں سے فارغ ہو چکتے ہیں
اور اسی طرح زکوٰۃ ادا کر چکتے ہیں تو اس دن اُن کے لئے دو قسم کی
خوشیاں جمع ہو جاتی ہیں طبعی اور عقلی طبعی خوشی تو اُن کو اس لئے حاصل
ہے کہ مصیبت روزہ کی عبادت شاقہ سے فارغ ہو جاتے ہیں اور محتاجوں کو

صدقہ مل جاتا ہے اور عقلی خوشی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے عبادت مفروضہ کے ادا کرنے کی ان کو توفیق عطا فرمائی اور ان کے اہل و عیال کو اس سال تک باقی رکھنے کا ان پر انعام کیا۔ اس لئے ان خوشیوں کے اظہار کا حکم ہوا۔

تقرر عیدین کی وجہ

ہر قوم میں کچھ دستور اور رسمیں اور عادتیں ہوتی ہیں منجملہ ان کے میلے بھی ہیں جن کا تمام متمدن اور غیر متمدن قوموں میں رواج ہے میلے کے دن خوراک لباس و ملاقات میں خاص اور نمایاں تبدیلی ہوتی ہے اور یہ فطرتی چیز تھی مگر اس میں بڑھتے بڑھتے ہوا و ہوس کو بہت دخل ہو گیا بہت سے میلے تجارت کی بنیاد پر قایم ہوتے ہیں چنانچہ ہندوستان میں تجارت کے ایسے بہت سے میلے ہوتے ہیں یہاں تک کہ ہر ہفتہ کسی نہ کسی گاؤں میں میلا ہوتا ہے بعض میلوں میں جانوروں کو جمع کرتے ہیں جسے منڈی کہتے ہیں۔ غرضکہ ان میلوں کی تہ میں عجیب عجیب مقاصد کام کر رہے ہیں بعض تو اپنے گذارے کے لئے میلہ لگاتے ہیں بعض خاص جذبے اور نذر و نیاز کے لئے اور بعض محض اپنی عظمت اور شان کے اظہار کے لئے ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے جہاں بڑے بڑے احسانات ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے ان میلوں کی اصلاح کر دی ہے چونکہ یہ ایک فطرتی بات تھی اس لئے ان کو اصل سے ضائع نہیں کیا صرف اصلاح کر دی اور وہ یوں ہے کہ آپ نے جہاں اور قسم کے رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور شفقت علیٰ خلق اللہ کے تحت میں لے لیا وہاں ان میلوں میں بھی یہی بات پیدا کر دی۔ چنانچہ عید میں آپ نے اوّل تکبیر کو لازم ٹھیرایا۔ خدا تعالےٰ کی تعظیم کے اظہار کے لئے وہ لفظ مقرر کیا جس سے بڑھکر

خلق کی طرف فطری مشغولی منافی کمال کے نہیں اور اس کا بیان کہ صاحب کمال کی بھی ہر وقت یکساں حالت نہیں رہتی اور اُسکی حکمتیں

یہاں سے بھی اُس اوپر والی بات کی تائید ہوتی ہے کہ انسان باوجود کمال کے بھی لوازم بشریہ سے بالکل چھوٹ نہیں سکتا دیکھئے آیت مذکورہ دلالت کر رہی ہے کہ [illegible] مشغولی سے ایک درجہ میں آپ کو بھی مانع ہو جاتا اور چونکہ آپ کے تمام احوال کامل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ خلق کی طرف مشغول ہونا منافی کمال نہیں۔ نیز صاحب کمال پر بھی ہر وقت یکساں حالت نہیں رہتی۔

حکایت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت حنظلہؓ کا قصہ حدیث میں ہے کہ حضرت حنظلہؓ نے اپنے کو اس بناء پر منافق کہا کہ آنحضرتؐ کے سامنے کچھ اور حالت ہوتی ہے اور پیچھے کچھ اور اس پر حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ یہ حالت تو ہماری بھی ہے آخر یہ قصہ حضورؐ میں پہنچا اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ولکن یا حنظلۃ ساعۃ وساعۃ ایک گھڑی کیسی ایک گھڑی کیسی۔ درحقیقت اگر ہر وقت وہی حالت تجلی کی رہے خود جسمانی تربیت ذکر شغل سے [illegible] اول تو تعطل ہوگا کیونکہ حالت غلبہ میں انتظام تغذیہ وغیرہ کا ممکن نہیں پھر اس موت کی نوبت آ جائے گی ونعم ما قیل ؎

چو سلطان عزت علم برکشد   جہاں سر بجیب عدم درکشد

دوسری مصلحت یہ بھی ہے کہ ذوق و لذت جب ہی آتی ہے کہ اس حالت میں دوام نہ ہو ورنہ دوام سے عادت ہو جائے گی اور لذت جو سبب

لئے معلوم ہوتی رہے گی کل جدید لذیذ اس کے علاوہ ایک اور حکمت بھی ہے وہ یہ کہ غلبۂ استغراق میں قصد نہ رہے گا اور بلا قصد کے اعمال کا اجر نہیں اور بلا اعمال قرب نہیں ملتا اور اعمال ہی دنیا میں مقصود ہیں دنیا میں انہیں اعمال کے واسطے بھیجا گیا ہے ورنہ دنیا میں آنے سے پہلے روح کو خود ایسی حالتیں حاصل تھیں اور حضور کو دائم میسر تھا۔ مگر اعمال نہ تھے ان کے واسطے دنیا میں بھیجا گیا لہذا اعمال اور اُن کا اجر امر مہتم بالشان ٹھیرا اس لئے محققین صوفیہ نے فرمایا ہے کہ استغراق میں ترقی نہیں ہوتی ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ تجلی میں جیسی حکمتیں ہیں ویسی ہی استتار میں بھی ہیں۔

کامل کو بعد تکمیل بھی ذکر سے غفلت نہ چاہیئے۔

اور یہاں ایک فائدہ قابل غور معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ تبلیغ دین و تعلیم احکام متعدی نفع ہے اور وہ نفع لازمی سے بڑھکر ہے اس لئے منتہی کو اس کا زیادہ اہتمام ہوتا ہے مگر بایں ہمہ یہ ارشاد ہے کہ چونکہ آپکو دن میں بہت کام رہتے ہیں رات کو تہجد اور قرآن پڑھا کیجئے اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فرغب اس سے یہ ثابت ہوا کہ کامل کو اپنے لئے بھی کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہیئے اور بعد تکمیل بھی ذکر سے غفلت نہ چاہیئے ورنہ خود اُس کا وہ حال رہے گا نہ دوسروں کو اُس سے کامل نفع پہنچے گا کیونکہ بدون خود کئے ہوئے تعلیم میں برکت نہیں ہوتی یہی معنے ہیں قول مشہور میں لا ودود لہ لا دین لہ کے البتہ یہ غلطی ہے کہ منتہی قطع تعلق کرکے دوام خلوت اختیار کرلے ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

سالک بلا اجازت شیخ خود اپنے کو قابل ارشاد نہ سمجھے اور نہ

ذکر و شغل اس نیت سے کرے

لیکن خود اپنے کو قابل ارشاد نہ سمجھنے لگے البتہ جب شیخ اجازت دیدے تو امتثالاً اس کام کو بھی شروع کردے اور پہلے سے اس کی نیت کرنا سخت مضر ہے اور اس نیت کے ساتھ کامیابی مشکل ہے وجہ یہ کہ یہ نیت بڑا بننے کا شعبہ ہے۔

رجوع بجانب سرخی خلق کی طرف مشغولی منافی کمال نہیں الخ

اب کامل کی توجہ الی الخلق میں ایک شبہ ہا وہ یہ کہ اشتغال بالخلق اس کو یاد حق سے مانع ہوگا سو اس شبہ کی منتہی کامل کے حق میں گنجائش نہیں کیونکہ منتہی کی بسبب وسعت صدر کے یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کو شغل خلق یاد حق سے مانع نہیں ہوتا اور نیز خلق کے ساتھ اس کا مشغول ہونا بھی بامر حق ہوتا ہے اور اس کو مقصود اس سے امتثال امر اور رضائے حق جل وعلا ہی ہوتی ہے اور خلق کی طرف اس کی توجہ خدا ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے اس کو اشتغال بالخلق مانع عن الحق نہیں ہوسکتا بلکہ یہ اشتغال خود حقوق حق سے ہے۔

تربیت اور ارشاد کے وقت بھی خدا تعالیٰ سے غفلت نہ ہونی چاہیئے

اور اس آیت میں سبحا طویلا بطور جملہ معترضہ کے مخلوق کے اس حق کی طرف اشارہ ہے اور مخلوق کا وہ حق یہ ہے نصح عام تربیت ارشاد لیکن حق خلق میں حق خالق کو نہ بھولنا چاہئے چنانچہ یہاں بھی مخلوق کے حقوق کے بیان سے پہلے قم الیل الخ میں حقوق اللہ بیان کئے گئے تھے۔ مخلوق کے حقوق کے بعد بھی واذکر اسم ربک فرمایا گیا ہے تو گویا

یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اس شغل میں بھی نہ بھول جانا اول آخر دونوں جگہ یہ دہرایا گیا ہے۔

مبتدی کو ذکر اور تلاوت کے وقت کیا تصور رکھنا چاہیے

اور واذکر اسم ربک میں اکثر مفسرین لفظ اسم کو زائد کہتے ہیں اور بعض زائد نہیں قرار دیتے اور اس اختلاف سے یہاں ایک عجیب مسئلہ مستنبط ہو گیا اور اختلاف امتی رحمۃ کا ظہور ہو گیا اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ زیادہ اسم کا قول تو موافق حالت منتہی کے ہے اور عدم زیادہ کا قول موافق حالت منتہی کے ہے اور عدم زیادہ کا قول موافق حالت مبتدی کے ہے کیونکہ مبتدی کو خود مسمی اور مذکور کا تصور کم جمتا ہے اس کے لئے یہی کافی ہے کہ اسم ہی کا تصور ہو جاوے برخلاف منتہی کے اس کو ملاحظہ ذات بلا واسطہ سہل ہے اور حدیث ان تعبد اللہ کانک تراہ میں مشہور توجیہ پر منتہی کا طریق اور اس کی حالت کا بیان ہے اور عوام کے لئے حضور کا ایک سہل اور مفید طریق خدا کے فضل سے سمجھ میں آیا ہے وہ یہ کہ آدمی یہ خیال کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے قرآن کی تلاوت کی فرمائش کی ہے اور میں اس فرمائش پر اس کو سنا رہا ہوں اس سے بہت آسانی سے حضور میسر ہو جاتا ہے۔

رجوع بجانب مربی (دستور العمل برائے سالک الخ) اور غیر اللہ سے قطع تعلق کرنیکے معنی اور تبتل کے فوائد

اس کے بعد ارشاد ہے وتبتل الیہ تبتیلا اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ الیہ صرف ذکر سے متعلق کیا جاوے تو اس صورت میں تبتل سے شغل [illegible] یعنی ذکر کے ساتھ مراقبہ ہو اور ایک یہ کہ تبتل کو شغل

حکم کہا جائے مطلب یہ ہوگا کہ علاوہ احکام مذکورہ کے یہ بھی حکم ہے کہ سب سے قطع تعلق کرو یایں معنے کہ سب کا تعلق اللہ تعالیٰ کے تعلق عقلی اور حبی سے مغلوب ہوجائے اور اثر اس مغلوبیت کا تعارض مقاصد کے وقت معلوم ہوتا ہے مثلاً ایک وقت میں دو کام متضاد پیش آئے ایک کام تو اللہ تعالیٰ کے تعلق کا ہے اور دوسرا غیر اللہ کے تعلق کا اور دونوں کا جمع ہونا ممکن نہو تو ایسے وقت پر اللہ کے کام کو اختیار کرنا اور خلاف مرضی حق کو چھوڑ دینا بس یہی معنے ہے قطع تعلق کے نہ یہ کہ کسی سے کوئی واسطہ ہی نہ رکھے ؎

تعلق حجاب ست وبی حاصلی   چو پیوندہا بگسلی واصلی

البتہ اختلاط میں افراط کرنا مضر ہے اسکے آگے فرماتے ہیں کہ رب المشرق والمغرب لا الٰہ الا ھو فاتخذہ وکیلا مطلب یہ کہ اللہ پر توکل کرو اس سے معلوم ہوا کہ اہل سلوک کیلئے توکل کی بھی ضرورت ہے اور یہ اُن کا معمول ہونا چاہیے نکتہ اس توکل کی تعلیم میں یہ ہے کہ امور مذکورہ بالا کے اختیار کرنے کے بعد حالت میں تغیر تبدل قبض و بسط شروع ہوگا اُس میں ضرورت توکل کی ہوگی اس لئے فرماتے ہیں کہ آخر وہ مشرق ومغرب کا رب ہے اس لئے اُس نے جو حالت تم پر وارد کی ہے اُسمیں کوئی حکمت ضرور ہوگی اور ثابت ہے کہ اکثر قبض میں تصفیہ و تزکیہ خوب ہوتا ہے اس لئے تم کو تنگ دل نہ ہونا چاہئے اور خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اس میں کچھ مصلحت رکھی ہوگی اور مشرق ومغرب کا ذکر قبض و بسط کی حالت کے کس قدر مناسب ہے مشرق تو حالت بسط کے مناسب ہے کہ اُس میں ظہور ہوتا ہے واردات کا اور مغرب مناسب ہے حالت قبض کے پس مشرق ومغرب کا نمونہ باطن انسان میں بھی پایا گیا۔ ولنعم ما قیل ؎

آسمانہاست در ولایت جان   کار فرمائے آسمان جہاں

در رہِ روح پست و بالاہاست   کوہ ہائے بلند و بالاہاست

اور جس طرح مغرب میں آفتاب مستور ہوتا ہے معدوم نہیں ہوتا اُسی طرح قبض میں کیفیات سلب نہیں ہوتیں بلکہ مستور ہو جاتی ہیں اور پھر بسط میں گویا طلوع ہو جاتی ہیں حاصل کل کا یہ ہوا کہ اہل سلوک کے لیے یہاں چند ضروری معمول بیان کیے گئے قیام لیل یعنی تہجد تلاوت قرآن - تبلیغ دین - ذکر و تبتل - توکل اور چونکہ تعلق خلق کی دو قسم ہیں ایک موافقین کے ساتھ اُس کا بیان اشارۃً ان لک فی النہار سبحا طویلاً میں ہوا ہے جس کا حاصل تبلیغ دین اور ارشاد و تربیت ہے چونکہ موافقین سے تعلق محبت کا ہے اُس کے حقوق بوجہ اس کے کہ وہ حالت طبعی ہے تقاضائے حُب کی وجہ سے خود بخود ادا ہو جاتے ہیں اس لیے اُس میں زیادہ اہتمام کی ضرورت نہ ہوئی البتہ مخالف کے معاملہ میں ممکن تھا کہ کچھ افراط و تفریط ہو جاتی اس لیے اُس کا بیان اہتمام سے فرماتے ہیں واصبر علی ما یقولون واھجرھم ھجرا جمیلا مطلب یہ کہ مخالف کی ایذا پر صبر کیجیے اور ان سے علیحدہ رہیے اچھے طور پر کہیں ایسا نہ ہو کہ سختی سے اُن کی آتش عناد اور بھڑک اُٹھے اور زیادہ تکلیف پہنچائیں ہجر جمیل سے مراد قطع تعلق ہے اس طرح پر کہ قلب میں تنگی نہ ہو پھر جب صبر کی تعلیم دی گئی تو اُس کی تسہیل کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن سے اپنے انتقام لینے کی خبر سنا کر آپ کی تسلی بھی فرمائی جاتی ہے کہ وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلا یعنی مخالفین کے معاملہ کو ہم پر چھوڑ دیجیے ہم اُن سے پورا بدلہ لے لیں گے یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اہل حق کے مخالفین سے پورا انتقام لیتے ہیں اسلیے بھی مناسب یہی ہے صبر اختیار کیا جائے کیونکہ جب پیچھے سے بالادست بدلہ لینے والا موجود ہے تو کیوں فکر کی جائے خدا تعالیٰ کی اس سنت کے موافق مخالف کو آخرت اور دنیا دونوں میں رسوائی ہو جاتی ہے ۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات
با درد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد
ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
تا دلے صاحبدلے نامد بدرد

اہل تصوف کے لباس خاص اختیار کرنے کی وجہ

اور یا ایھا المزمل میں دو لطیفے بھی معلوم ہوئے ایک یہ کہ جس طرح آپ بوجہ غایت حزن والم اپنے اوپر چادر اوڑھے ہوئے تھے اسی طرح بعض اہل طریق کا معمول ہوتا ہے کہ چادر ایسے طور پر لپیٹ لیتے ہیں کہ نظر منتشر نہو اور جمعیت کے ساتھ ذکر میں لگا رہے دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ المزمل کے معنے عام میں کمبل اوڑھنا بھی ہے تو یا ایھا المزمل میں اشارہ ہوگا لقب یا ایھا الصوفی کی طرف کیونکہ لفظ صوفی میں گو اختلاف ہے مگر ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ مراد موٹا کپڑا کمبل وغیرہ مراد لیا جائے پس صوفی اور مزمل متقارب المعنی ہوئے۔ اور اہل تصوف نے یہ لباس اس لئے اختیار کیا تھا کہ جلدی پھٹے نہیں جلدی میلا نہو اور بار بار دھونا نہ پڑے اور بعض اہل تحقیق اس خاص وجہ سے بھی یہ شعار رکھتے تھے کہ مستور ہونے کی حالت میں بعض لوگ اُن کو ایذا پہنچا کر مبتلائے وبال ہو جاتے تھے اس لئے اُنہوں نے ایک علامت مقرر کی جیسے آیت ذلک ادنی ان یعرفن فلا یؤذین۔ اسکی نظیر ہے بس یہ حکمتیں تھیں اس لباس میں اور اب تو محض ریا وسمعہ کی غرض سے پہنتے ہیں جو بالکل اس شعر کا مصداق ہے ؎

نقد صوفی نہ ہمہ صافی بیغش باشد
اے بسا خرقہ کہ مستوجب آتش باشد

اس لئے یہ اب قابل ترک ہو گیا ہے۔

معاصی خواہ کبائر ہوں یا صغائر سب ہی سے پرہیز کرنا چاہئے کیونکہ اصل حقیقت کے اعتبار سے ہر گناہ کبیرہ ہی ہے مع دلیل اور مثال

کرتا ہے اور وہ چھوٹتا نہیں اس اصرار سے وہ صغیرہ کبیرہ ہوجاتا ہے اور
زیادہ مدت تک کرتے رہنے سے اُس کو ہلکا ہی سمجھنے لگ جاتا ہے اور وہ
اس جہت سے کبیرہ ہوجاتا ہے ۔

توبہ کے بھروسہ پر گناہ کرنا سخت غلطی ہے مع ایک مثال کے

بعضے توبہ کے بھروسے گناہ کرتے ہیں اور یہ سخت غلطی ہے کیونکہ گناہ
کی جب عادت ہوجاتی ہے پھر توبہ بھی مشکل ہوجاتی ہے کیونکہ نئے گناہ
سے جن کی ابھی لذت نہیں پڑی توبہ کرنا آسان ہے اور عادت والے گناہ سے
توبہ بہت مشکل ہے علاوہ اس کے جب چھوٹے گناہوں سے اجتناب نہیں
کیا جاتا ہے تو طبیعت بیباک ہوجاتی ہے اور دل کھل جاتا ہے ۔ پھر رفتہ
رفتہ کبیرہ بھی ہونے لگتے ہیں جیسے صاف کپڑے کو بارش میں کیچڑ
وغیرہ سے بچایا جاتا ہے اور جب بہت چھینٹیں پڑجاتی ہیں تو پھر اُس
کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے اور وہ کپڑا بالکل خراب ہوجاتا ہے ایسا ہی گناہ کا
معاملہ ہے کہ جس گناہ کی طبیعت عادی ہوجاتی ہے وہ پرانا ہوجاتا ہے
اور چھوٹتا نہیں مثلاً زمینداروں کاشتکاروں وغیرہ میں یہ گناہ بمنزلہ
عادت ہوگئے ہیں غصب ۔ ظلم ۔ بیع باطل جیسے آم اور بیر کی بیع متعارف
اور یتیموں اور نابالغوں کے مال میں تصرف دیکھ لیجئے یہ گناہ کس طرح بے
بے کھٹکے کرتے ہیں اور خیال میں بھی نہیں لاتے ۔ البتہ شراب نہیں پیتے
گئے تو یہ تفاوت اسی عادت کے ہونے نہ ہونے سے ہے پس ثابت
ہوگیا کہ عادت ہوجانے سے اصرار و استخفاف بلکہ استحسان کی نوبت
آجاتی ہے اس لئے توبہ مشکل ہوجاتی ہے اور اگر ہوتی بھی ہے
تو زبانی جیسے کسی نے کہا ہے ؎

سبحہ در کف توبہ بر لب دل پر از ذوقِ گناہ ۔ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

چنانچہ ان امور مذکرۂ بالا سے توبہ تو کیسی اور اُلٹے ان امور کے ترک کو خلاف ریاست اور ذلت سمجھتے ہیں اور گناہ سے دل بُرا نہیں ہوتا حالانکہ ایمان کی نشانی یہ ہے اذا سرتك حسنتك وساءتك سيئتك ۔ غرض توبہ ان وجوہ سے مشکل ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے بھروسے گناہ کرنا نہایت حماقت ہے مگر بعض نادان پھر بھی دھوکے میں ہیں اور توبہ کے توقع پر گناہوں پر دلیری کرتے ہیں اس شخص کی ایسی مثال ہے کہ اُسکے پاس مرہم ہو اور اُسکے بھروسے وہ اپنی اُنگلیاں آگ میں جلا لیا ہو کیا یہ شخص پورا احمق نہیں ہوگا ۔ کیا کسی عاقل نے کبھی ایسا کیا ہے جب اس آگ پر دلیری نہیں کی جاسکتی تو دوزخ کی آگ تو اس آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہے بلکہ مرہم تو پھر بھی من کل الوجوہ اختیاری ہے اور توبہ گو بظاہر اختیاری ہے مگر مرہم کی طرح من کل الوجوہ اختیاری نہیں کیونکہ توبہ کی حقیقت یہ ہے التوبۃ ندم جس کو یوں بھی تعبیر کیا ہے وهو تحرق الحشا على الخطأ وتألم القلب على الاثم ۔ پس توبہ اس سوزش اور جلن کو کہتے ہیں یہ معلوم ہے کہ تالم مقولہ انفعال سے ہے اور وہ اختیار سے خارج ہے

توبہ کے متعلق ایک شبہ اور اُس کا جواب

البتہ اسپر ایک طالبعلمانہ شبہ ہوتا ہے کہ جب توبہ امر اختیاری نہیں اور حسب الارشاد لا يكلف الله نفسا الا وسعها کے غیر اختیاری کی تکلیف دی نہیں گئی تو پھر توبہ کا امر کیوں کیا گیا اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اختیاری کی دو قسم ہیں ایک وہ جو خود اختیاری ہوں سو توبہ بایں معنے اختیاری ہے کہ اُس کے اسباب اختیاری ہیں یعنی اللہ تعالےٰ کی عظمت اور اُس کے عذاب کا مراقبہ سو اُس کے کرنے سے عادۃ اللہ یونہیں جاری ہے کہ ندامت اور تالم قلب جو حقیقت میں توبہ ہے پیدا ہو جاتی ہے لہٰذا

توبہ کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسہم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبہم۔

مطلب یہ کہ اگر ان سے گناہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے عذاب کو یاد کرتے ہیں یہاں پر ذکروا اللہ میں مضاف محذوف ہے۔ یعنی ذکروا عذاب اللہ وعظمۃ اللہ اور واقعی اللہ تعالیٰ کی عظمت ایسی ہی چیز ہے کہ اس کے یاد رکھنے سے نافرمانی نہیں ہوسکتی اور وہ ہے بھی قابل یاد رکھنے کے پس اس کو دل سے بھلا کر اس کی نافرمانی پر کمر باندھ لینا بڑی بے باکی کی بات ہے۔

توبہ میں تاخیر نہ کرنا چاہیے اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور اس کا بیان کہ جس کو صحت اور ضروری سامان خرچ حاصل ہے اس کو گویا دنیا کی تمام نعمتیں حاصل ہوگئیں

بعض منتظر رہتے ہیں کہ فلاں کام کرکے توبہ اور تدارک کرلیں گے حالانکہ ممکن ہے کہ اس کو موانع کے ہجوم سے اتنی مہلت ہی نہ ملے اس لئے اس وقت کے امکان اور فراغت کو غنیمت سمجھو اور جب یہ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور اس کے عذاب کا مراقبہ کرلینے سے توبہ نصیب ہوتی ہے تو اب دوسری بات قابل غور ہے کہ اس مراقبہ کیلئے بھی فرصت اور فراغت کی ضرورت ہے بعض لوگ اس فراغت کی بھی قدر نہیں کرتے حالانکہ وہ بہت بڑی غنیمت چیز ہے حدیث شریف میں ہے اغتنم خمسا قبل خمس اور ان میں سے ایک یہ ہے فراغک قبل شغلک۔ مشغول آدمیوں کی حالت میں غور کرنے سے فراغ کی قدر معلوم

معلوم ہوتی ہے وہ بیچارے ہر وقت بلا میں مبتلا ہیں اُن کو کوئی وقت فرصت کا اور ایسے سوچ کا نہیں ملتا بس یہ حالت ہو کہ ع

چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد

فراغ کی قدر کے بارے میں خوب کہا گیا ہے ؎

خوشا روزگارے کہ دارد کسی / کہ بازار حرصش نباشد بسے

بقدر ضرورت یسارے بود / کند کارے از مرد کارے بود

اور اسی حدیث شریف میں دوسری چیز ہے صحتک قبل سقمک تیسری شبابک قبل ھرمک نیز حدیث شریف میں ہے کہ من اصبح اٰمناً فی سربہ معافاً فی جسدہ وعندہ قوت یومہ فکانما حیزت لہ الدنیا بحذافیرھا۔ واقع میں یہی بات ہے کیونکہ اگر زیادہ بھی ہوا تب بھی اُس کے کام تو ہر روز ایک ہی روز کا قوت آئیگا پس اُس میں یہ اور قلیل والا برابر ہوا ؎

گر بریزی بحر را در کوزۂ / چند گنجد قسمت یک روزۂ

چوں ترا نانے و خرقانے بود / ہر بن موئے تو سلطانی بود

حکایت۔ چنانچہ اسی زمانہ کے ایک متمول کی حکایت ہے کہ وہ ایک روز اپنے خزانے کو دیکھنے گیا جو زیر زمین بڑے مکان میں تھا اور وہ مکان گاہ گاہ کھلتا تھا اتفاق سے اُسکو وہاں دیر لگ گئی اور کسی کو خبر تھی نہیں ملازموں نے دروازہ بند کرلیا اور وہ بہت بڑا مکان تھا اور دروازوں کا سلسلہ بڑی دور تک تھا اور یہ اتنی دور تھا کہ وہاں سے آواز باہر نہیں آ سکتی تھی۔ الغرض وہ یہودی وہاں جواہرات کے ڈھیروں میں بھوکا پیاسا مرگیا اُس وقت کوئی اُس سے پوچھتا تو اُسکے نزدیک ایک بسکٹ اور پانی کے گلاس کے سامنے سارا خزانہ ہیچ تھا ایسی ہی حکایت ہے کہ کسی بھوکے کو ایک تھیلی ملی کھول کر دیکھا تو اشرفیاں ہیں پھینک کر یہ پکار

اور افسوس کیا اور کہا کہ اگر یہ گیہوں کے دانے ہوتے تو کچھ کام آتے الغرض فراغ اور صحت اور ضروری سامان عیش یہ بہت قیمت چیزیں ہیں یہ ہر وقت میسر نہیں آتیں اسلئے اس کو غنیمت سمجھے اس وقت کی فرصت کو ہاتھ سے نہ دے اور توبہ بہت جلدی کرلے۔

خدا تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے علم کا مقتضا یہ ہے کہ اُس سے متاثر ہو کر زیادہ اطاعت کی جائے نہ یہ کہ اور گستاخی اور نافرمانی کی جائے

بعضے لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے ناز پر توبہ نہیں کرتے حالانکہ رحمت اور مغفرت کی چیزیں اس لئے دی گئی ہیں کہ تائب کو یاس نہ ہو جیسا کہا گیا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اور جرأت اور دلیری کے واسطے نہیں کہ اور دلیر ہو کر گناہ کرو بلکہ احسان اور رحمت خداوندی کی اطلاع کا مقتضا یہ تھا کہ متاثر ہو کر اور بھی طاعت اور فرمانبرداری کرتے نہ کہ اور جرأت اور گستاخی اور نافرمانی کی جائے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی کسی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو وہ اور زیادہ محبت و اطاعت کرتا ہے نہ کہ مخالفت و سرکشی۔

گناہ کے اندر کوئی لذت نہیں اور اسکی توضیح مثال سے

رہا یہ اشکال کہ واقعی اس کا مقتضیٰ تو یہی تھا مگر ایک دوسرا مقتضے کہ لذت ہے وہ غالب ہو گیا چنانچہ گناہ میں ظاہر ہے کہ کیا مزا اور لذت ہے

اُس کو چھوڑنا اس لئے مشکل ہے کہ سو اگر ادراک صحیح ہے تو یہ اشکال بالکل ٹھیک نہیں کیونکہ گناہ میں جو لذت ہے اُس کی مثال کھجلی جیسی ہے کہ خود اُس میں کوئی لذت نہیں محض مرض کی وجہ سے لذت معلوم ہوتی ہے پھر فوراً ہی سوزش پیدا ہوتی ہے سو یہ دراصل مرض ہے جیسا سانپ کے کٹے ہوئے کو کڑوا بھی میٹھا معلوم ہونے لگتا ہے سو کسی عاقل کو ایسی لذت علاج سے مانع نہیں ہوتی

حقیقی لذت طاعت کے اندر ہے دنیا کے تنعمات تو درحقیقت جان کیلئے عذاب ہیں

البتہ حقیقی لذت طاعت میں ہے چونکہ ان لوگوں نے ابھی اعمال آخرت اور پرہیزگاری اور طاعت کی لذت چکھی نہیں اس لئے گناہ اور نفسانی لذات اُن کو مرغوب معلوم ہوتے ہیں آخرت اور پرہیزگاری کی لذت حضرت ابراہیم ادہم سے پوچھے کہ کس طرح اُس کے پیچھے سلطنت کی لذت ترک کردی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس لذت کے پیچھے لباس شاہانہ ترک کرکے غریبانہ کپڑوں پر کفایت کی اور سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کو سلطان سنجر نے ملک نیمروز دینا چاہا اُس کے جواب میں یہ شعر تحریر فرمائے

چو چتر سنجری رُخ بختم سیاہ باد
در دل بود اگر ہوس ملک سنجرم

زانگہ کہ یافتم خبر از ملک نیم شب
من ملک نیمروز بیک جو نمی خرم

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے
ہ از انکہ چتر شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
ہ کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

چونکہ یہ لذت و تنعمات درحقیقت جان کے لئے عذاب ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں ولا تعجبک اموالھم

جہا فی الحیوۃ الدنیا الخ

اوّل تو ان سب چیزوں کا مرضی کے موافق حاصل ہونا غیر اختیاری اور اگر حاصل بھی ہوگئیں تو ان سب مشغولی اور تعلق کی پریشانی اور بے آرامی یہ دوسرا عذاب حقیقت میں آرام تو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے میں ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب یہ کلفتیں تو گناہ انفسی ہیں اور بعض کلفتیں آفاقی بھی مرتب ہوتی ہیں چنانچہ ان نافرمانیوں کی بدولت طرح طرح کی بیماریاں طاعون وغیرہ وبائی امراض آپس کی نااتفاقیاں وغیرہ ظہور میں آتی ہیں

بیماری و غیرہ کے ظاہری اسباب گو کچھ امور طبعیہ بھی ہوں مگر اصلی اسباب اُس کے گناہ ہیں اور اس کا بیان کہ جو خدا تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے اُسکی سب اطاعت کرتے ہیں

اور ان بیماریوں کے ظاہری اسباب گو کچھ امور طبعیہ ہوں مگر ذنوب اُن کے اسباب حقیقیہ اور اصلیہ ہیں اور دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ سزا تو ہو گناہ کی وجہ سے مگر ظہور اُس سزا کا اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ہوا ہو اور چونکہ لوگ ذنوب کو ان امراض کا سبب نہیں قرار دیتے اس لئے صرف طبی علاج پر اکتفا کرتے ہیں اور اصلی علاج کہ استغفار ہے وہ نہیں کرتے وہ بھی کرنا چاہیئے ؎

چند خوانی حکمت یونانیاں　　حکمت ایمانیاں را ہم بخواں
صحت ایں حس بجوید از طبیب　　صحت آں حس بجوید از حبیب
صحت ایں حس ز معموری تن　　صحت آں حس ز تخریب بدن

اور ذنوب سے مصائب کا آنا نصوص سے ثابت ہے ما اصابکم

من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔

حکایت۔ ایک بزرگ گھوڑے پر سوار تھے وہ شوخی کرنے لگا فرمانے لگے ہم سے آج کوئی گناہ ہوگیا ہے اُس کی وجہ سے یہ ہماری نافرمانی کرتا ہے ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ	کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ
ہر کہ ترسید از حق و تقوی گزید	ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

حکایت۔ اُس کے مناسب جناب پیر و مرشد حاجی صاحب علیہ الرحمۃ کی حکایت ہے کہ ایک دفعہ پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے ... تشریف لائے لوگوں نے آپ کو ایک ایسے مکان میں اُتروایا کہ وہاں ایک جن نے سخت آزار پہنچا رکھا تھا حتی کہ وہ مکان بالکل معطل چھوڑ دیا گیا تھا جب حضرت رات کو اُٹھے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک آدمی آیا اور سلام کیا اور مصافحہ کرکے بیٹھ گیا حضرت نے تعجب سے پوچھا تم کون ہو کیونکہ مکان بند تھا اُس نے عرض کیا میں ایک جن ہوں اور میری ہی وجہ سے یہ مکان خالی پڑا ہے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تم کو خدا کا خوف نہیں کہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو اُس نے عہد کیا کہ میں اب تکلیف نہ دوں گا اُس کے بعد وہ جن اُس مکان سے چلا گیا اور وہ مکان آباد ہوگیا تو یہ اثر جن پر حضرت کی طاعت ہی کا تھا۔

حکایت۔ ایک سیر کی روایت ہے کہ حضرت عمرو ابن العاص نے جب مصر فتح کیا تو ایک بار دریائے نیل خشک ہوگیا۔ لوگوں نے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے اور لوگ ایسے وقت کیا کرتے ہیں عرض کیا کہ یہاں یہ رسم ہے کہ جب دریائے نیل خشک ہوجاتا ہے تو لوگ ایک کنواری لڑکی کو بناؤ سنگار کرکے اُس میں ڈال دیتے ہیں دریائے نیل پھر جوش مار کر جاری ہوجاتا ہے آپ نے فرمایا ایسا کبھی نہ ہوگا اور یہ

موافق شرع شریف ہوں مجھ سے وہی اقوال و افعال سرزد ہوں جو باعث خوشنودی خدا تعالیٰ اور موافق مرضئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و آلہ واصحابہ اجمعین ہوں جس دن آنحضرت نے اپنے قدوم فیض لزوم سے ...... کو متبرک فرمایا اور مدرسۃ القرآن (وہ کمرہ جس میں خادم بچوں کی علمی خدمت کرتا ہے) کو تشریف لیجاکر منور فرمایا...... والوں کے لئے عموماً اور احقر کے واسطے خصوصاً وہ دن نہایت مبارک دن تھا حضور کا کمرہ کو ملاحظہ فرماکر یہ ارشاد فرمانا (حافظ صاحب نے نہایت سادہ درویشانہ وضع اختیار کر رکھی ہے سبحان اللہ) نعمت غیر مترقبہ تھی اور ہے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے قلب کا کیا حال ہے اُسی شب کو میں نے خواب میں کسی بزرگ صاحب غالباً حضرت مولانا الشاہ ...... محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا فرماتے تھے کہ مبارک ہو مٹھائی کھلاؤ میں نے عرض کیا حضرت کس بات کی مبارکی دیجارہی ہے کس بات پر مٹھائی مانگی جاتی ہے ہنس کر ارشاد فرمایا کہ عزیزی مولوی اشرف علی صاحب شیخ نے تم کو درویشی کا خطاب عطا فرمایا ہے کیا یہ تھوڑی بات ہے پھر میں مسرت میں چیخ مار کر بیہوش ہوگیا۔

تحقیق۔ میں اس تمام خط کے جواب میں پھر وہی الفاظ اعادہ کرتا ہوں سب حالات محمود ہیں خدا تعالیٰ ظاہراً و باطناً برکت عطا فرماوے کہیں کہیں درمیان میں بھی کچھ بڑھادیا ہے وہ اُن الفاظ پر مزید ہے اور اتنا آخر میں بڑھاتا ہوں کہ آخر خط میں جو رویا لکھا ہے الحمد للہ وہ رائی اور مرئی لہ دونوں کیلئے بشارت ہے

حال۔ مدت سے دل میں اشتیاق ہے کہ حضور والاشان کے مبارک قدموں پر سر رکھ کر رو رو کر اپنے حالات خستہ عرض کروں مگر یہ شوق پورا ہوتا نہیں معلوم اس میں کیا حکمت الٰہی ہے چنانچہ پہلے بھی چند مرتبہ حضور کیا

حالت خستہ مفصل طور پر عرض کیا گیا تھا جس پر حضور انور نے حاضر خدمت ہونے کا حکم صادر فرمایا تھا مگر غلام کی بدقسمتی سے ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ حاضر خدمت ہونے سے محروم ہو جاتا ہے اور یہ بھی دل میں خیال گذرتا ہے کہ بار بار مفصل حالت عرض کرنے میں حضور کو سماعت فرمانے میں باعث تکلیف نہو۔ مگر کیا کیا جاوے غلام حضور کے سوا اپنا کوئی وسیلہ دینی و دنیاوی مشکلات کے حل ہونیکا نہیں دیکھتا اس واسطے نہایت عاجزانہ طور سے مشکلات کا حال عرض کرتا ہے اُمید ہے کہ حضور والاشان بر اسئے اللہ جل شانہ اس غلام کی عرض پر توجہ فرما کر دعا فرما دیں گے جو جو مشکلات پیش آمدہ ہیں اُن کی بابت ارشاد فرما دیں گے کمترین تعمیل کریگا کمترین کے چند بار مفصل حالات عرض کرنے پر حضور والاشان نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارا حاضر ہونا بہتر ہے، مگر غلام یہ سوچتا رہا کہ ایسا موقع فرصت مل جاوے کہ کچھ عرصہ حضور کی خدمت میں رہ سکے عرض کیا گیا تھا کہ بعد برآمدگی غلہ ربیع فرصت کافی ملنے کی اُمید ہے جس پر حضور انور نے فرمایا کہ بیشک موقع فرصت میں آنا چاہیے اس لئے غلام نے مصمم ارادہ ماہ جون میں حاضر ہونیکا کیا ہوا تھا مگر اب اس موقع پر حاضر ہونے سے قاصر معلوم ہوتا ہے اب اس موقع پر یہ مصیبت درپیش آگئی ہے کہ ایک شخص ہمارے ہی گاؤں کا غلام و برادرم دوست محمد خاں خادم حضور کا مخالف تھا دوست محمد خاں نے اُس کے برخلاف بالکل سچا استغاثہ عدالت فوجداری میں دائر کیا جب اس کو سزا کا اندیشہ ہوا تو وہ فوج میں بھرتی ہو گیا اور اُس مقدمہ سے بچ گیا مگر اُس نے دل میں کینہ رکھا فوج سے رخصت لیکر گاؤں میں آیا اور ۵ ۔ اپریل کو کمترین پر حملہ آور ہوا جس پر اُس نے غلام کو ضربات خفیف پہنچائیں اور خود اپنا ہاتھ توڑ کر دعوی فوجداری ضلع میں دائر کر دیا جس میں خاکسار و برادرم کی دو دو صد روپے ضمانت لیگئی تھی اب ۲۲۔ مئی تاریخ پیشی مقرر ہوئی ہیں اُمید نہیں کہ یہ مقدمہ جون تک

[illegible] حضور والاشان کی خدمت میں

فیصلہ ہو جائے یا اگر ہووے تو شاید کس صورت میں ہو چنانچہ پہلے بھی اس مقدمہ کا حال حضور میں عرض کیا گیا تھا۔ اب دوبارہ ذکر کا یہ موقع آگیا کہ کمترین کا جو ارادہ اس موقع پر بحضور حاضر ہونے کا تھا وہ پورا ہونے کی امید نہیں پائی جاتی بعدالت صرف دس یا بارہ یوم کی تاریخ دیتی ہے جو کہ حضور کی خدمت میں حاضر ہونے اور کچھ عرصہ حضور میں حاضر رہنے کیلئے کافی نہیں۔ دل سخت پریشان ہے۔

(۲) کمترین کو دینی و دنیاوی مشکلات و مصائب نے سخت گھیرا ہوا ہے کبھی ان مشکلات سے گھبرا کر یہ خیال گذرتا ہے کہ اس خراب زندگی سے تو موت ہی بھلی معلوم ہوتی مگر موت سے بھی خوف آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ موت کے بعد خلقی کی کیا کیا مصیبتیں پیش آویں۔

(۳) اے پیر صادق راہنمائے حقیقی حکیم الامت غلام حضور کے سب خیالات سے نالائق اور گرے ہوئے اخلاق اور بہت گنہگاروں سے گنہگار اور اپنے آپ کو پکا مسلمان بھی نہیں سمجھتا۔ مگر یہ عاصی حضور کے قدموں پر گر پڑا ہے مگر غلام کو اس بات پر ایمان رکھتا کہ اولیاء اللہ صاحبان کی نظر اکسیر ہوتی ہے ان کی نظر عنایت سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے گنہگار شخص بھی درست ہو کر نجات ابدی تک پہنچ سکتا ہے۔

(۴) دینی مشکلات یہ درپیش ہیں کہ ذات باری تعالیٰ میں بہت خدشے گذرتے ہیں۔ دل میں بہت خیالات گذرتے ہیں دل میں بہت کچھ جھگڑا ہو کر ذات الٰہی کو تسلیم کر لیتا ہوں۔ پھر یہ خیالات گذرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتے ہیں کہ بعد چھ دن کے عرش پر قرار پکڑا اور ادھر یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش مومن کا دل ہے اور یہ بھی حکم آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس جگہ تم دو ہو تیسرا میں ہوں اور ایک کتاب میں خاکسار نے یہ حدیث دیکھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ فرمایا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ میں جناب رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے دو علم سیکھے ہیں ایک تمہارے پر ظاہر کرتا ہوں اور اگر دوسرا علم ظاہر کروں تو میرا نرخرہ کٹ جاوے اس سے غلام کو یہ خیال گزرتا ہے کہ جو علم ظاہر کیا گیا وہ تو شریعت ہے اور اصل جو علم باطنی ہے وہ فقرا اہل اللہ لوگوں کو ہے جو کہ عوام پر ظاہر نہیں کرتے اس قسم کے اور بہت سے وہمات گذرتے ہیں کیا عرض کروں حضور کی خدمت میں عرض سے یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ حضور کا قیمتی وقت زیادہ نہ لوں مگر یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جاؤں کدھر اور اپنا حال کس سے جاکر سناؤں اور کس حکیم سے ان روحانی بیماریوں سے نجات پاؤں۔

(۵) عالیجاہا کبھی کبھی ایسے وسوسات دلمیں گذرتے ہیں کہ غلام دل ہی دلمیں اپنے آپ کو کافر سمجھ لیتا ہے اور کبھی یہ خیال گذرتا ہے کہ اگر کافر نہیں ہے تو منافق ضرور ہے پھر کافروں اور منافقوں کا حشر یاد آتا ہے تو دلمیں یہ خیال گذرتا ہے کہ خودکشی کرکے مرجاؤں۔ عالیجاہا جو شخص ان مصائب وحادثات میں گرفتار ہووے تو اُس کی زندگی ایک مشکل امر ہے بیشک غلام ظاہری نماز پڑھتا ہے لیکن دلمیں یہ بھی خیال گذرتے ہیں کہ اس نماز سے تم کو کچھ فائدہ نہیں ہوگا جب تک حاضری دل نہ ہووے۔

(۶) کبھی دل میں ایسی گھبراہٹ پیدا ہوتی ہے کہ سب گھر بار چھوڑکر جنگلات کو نکل جاؤں شاید ان مصائب اور تفکرات سے چھوٹ جاؤں

مگر چھوٹے چھوٹے بچے اور بیوی موجود ہیں دل میں یہ خیال گذرتا ہے کہ شریعت کے حکم کے موجب ان کی پرورش وتربیت وغیرہ میرا فرض منصبی ہے شاید ایسا کرنے میں اللہ تعالے پکڑ لیوے۔

(۷) دنیاوی یہ حالت ہے کہ آمدنی قلیل وخرچ زیادہ جس سے بہت قرضہ غلام کے ذمہ ہوگیا ہے لیکن اس معاملہ کا دین سے کچھ تعلق نہیں مگر جب قرض خواہ تقاضا کرتا ہے تو دین دنیا سب بھول جاتی ہے۔

اور ایک مصیبت کا سامنا پیش آجاتا ہے۔

(۲) کمترین اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کی یہ تجویز سوچتا ہے کہ جو تھوڑی سی اراضی ملکیت اس غلام با مکان اس احقر کے پاس جائداد ہے اُس کو رہن یا بیع کرکے قرضہ ادا کردوں اور جو روپیہ کچھ باقی رہے وہ اپنی بیوی بچوں کے حوالہ کردوں اور خود حضور کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔

حضور کی خدمت میں اپنا سب حال ظاہری باطنی عرض ہے جس طرح ارشاد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ بتوفیق اللہ تعالیٰ تعمیل کروں گا۔

تحقیق۔ دنیاوی مشکلات کی تدابیر بتلانا تجربہ کاروں کا جو کہ واقعات کے پہلوؤں سے باخبر ہوں کام ہے باقی میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نجات بخشے اور دینی مشکلات کی تدبیر بتلانا البتہ ہم جیسوں کا کام ہے سو میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ یہاں آنا چاہئے اب معلوم ہوا کہ آپ نہیں آسکتے تو اُسکا بدل بتلاتا ہوں وہ یہ ہے کہ ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب عاقبت روزے بیابی کام را

شرح اس صبر کی یہ ہے کہ جتنے کام اختیار میں ہیں کئے جائیں اور جو امر غیر اختیاری پیش آویں اُس میں ذرا جنبش نہ کریں نہ کچھ تجویز کریں بس خدا کے سپرد کرکے خاموش رہیں۔

(از طرف یکے از اجازت یافتگان)

حال۔ الحمد للہ جملہ حالات قابل شکر ہیں ہر بن مو سے اللہ کا حامد اور حضور کا شاکر ہوں سکون و جمعیت میں ترقی ہے آزادی کی یہ کیفیت ہے کہ کسی خواب کی بھی پرواہ نہیں حضور کی بدولت خود ہی نوالی حاصل ہے ہر رگ و جوڑ بالکل آسودہ و مستغنی ہوگئے۔ مگر اس میں ایک شان کبر معلوم ہوتی ہے نعوذ باللہ من ذالک۔

تحقیق۔ کبر اور چیز ہے اُس کا امتحان یہ ہے کہ اگر آپکی کوئی تحقیر کرے

تو آپ کو غصہ آوے اور اس کے درپے ہو جاویں

حال۔ ایک نئی حالت یہ ہے کہ اختلاط کم ہو یا زیادہ تھوڑا بہت سب ہی گراں ہے مدام خلوت و ترک اختلاط کا تقاضا ہے مگر بضرورت اشد اور یہ بھی جی چاہتا ہے کہ ممتاز نہ ہوں لہذا اس سوچ میں [illegible] تشویش رہتی ہے۔

تحقیق۔ یہ تشویش بھی نافع ہے۔

حال۔ نیز اس قرب و جوار میں احقر کی ذات سے کسی کو نفع [illegible] بھی اُمید نہیں نہ تو کوئی میرا ہو سکتا ہے نہ میں کسی کا تو پھر ایسی صورت میں کیا کیا جاوے میں کسی کو بھی اس کا اہل نہیں پاتا اُمید کہ تعلیم فرمائی جاوے مصلحتاً و مشورۃً عرض کیا گیا۔

تحقیق۔ کیوں نا اُمیدی کی جاوے کہ کسی کو نفع نہ ہوگا۔

حال۔ اختلاط سے تھوڑا بہت حجاب ہو ہی جاتا ہے اور کدورت آ ہی جاتی ہے۔

تحقیق۔ تو زیادہ یا از خود اختلاط کیوں کیا جاوے خود غربت اختیار کیجئے جب کوئی طالب ہو اُس کو نفع پہنچا دیجئے۔

حال۔ نیز احقر کی یہ خواہش ہے کہ مع اپنے ایک فرزند کے اس شعبان کے اخیر تک حاضر خدمت ہوؤں اور پورے ماہ رمضان وہیں مقیم رہوں بعدہٗ لڑکے کو مدرسے سہارنپور داخل کرکے تب [illegible] واپس آؤں۔ ماشاء اللہ عزیز مذکور شوقین و ذہین ہے اور حضور پر [illegible] جان سے فدا ہے اُسکی بھی یہی تمنا ہے کہ آنحضرت قبلہ کے قریب ہو تاکہ گاہ گاہ قدمبوسی سے مشرف ہوتا رہوں اطلاعاً عرض کیا گیا

تحقیق۔ کیا حرج ہے لے آئیے۔

حال۔ دو چار باتیں دریافت طلب ہیں اُمید کہ تکلیف فرما کر تعلیم فرما دیں

اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماویں۔

(۱) بفضلہ تعالیٰ وبدعائے حضور ضرب داکل اور جملہ حالات میں یادِ ربانی حضور حاصل ہے اسم کی طرف توجہ رہتی ہے مگر مسمی کی راہ ہنوز نہ ملی اسکا کیا طریقہ ہے امید کہ رہبری فرمائی جاوے۔

تحقیق۔ یہی حضور وصول الی المسمی ہے معلوم نہیں آپ کو کیا شبہ ہوگیا۔

حال (۲) اگر تصور قلب بقصد نہ کروں تو پھر تصور اسم ذات کس موقع پر کیا جاتے۔

تحقیق۔ کسی موقع کی حاجت ہی کیا ہے۔

حال (۳) مشاہدہ کسے کہتے ہیں۔

تحقیق۔ التفات الی الصفات

حال۔ اور معائنہ کسے۔

تحقیق۔ التفات الی الذات۔

حال۔ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ گو بعد حضور ترقی کے بہت سے طرق ہیں مگر منجملہ اُن کے اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے یا نہیں کہ تصور اسم ذات میں خوب ملکہ و بے تکلفی پیدا کرنا۔

تحقیق۔ یہ بعد حضور نہیں ہے عین حضور ہے۔

حال۔ بندہ اسم ذات مقدار مقررہ (۲۳ ہزار) بعد مغرب پورا کرلیا کرتا ہی مگر مجھ سے اس بارہ میں دو کوتاہیاں واقع ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ میرا خیال مجتمع نہیں رہتا ذکر کیلئے بیٹھتا ہوں اور پھر مجھے یہ خبری نہیں رہتی کہ کیا کررہا ہوں چہار طرف کے خیال گھرے رہتے ہیں کچھ دیر کے بعد چونکتا ہوں کہ ارے میں کن خیالات میں ہوں اور اپنے کو ذکر کی طرف متوجہ کرتا ہوں مگر پھر وہی پہلی سی کیفیت پیش آتی ہے اور اگر زور ڈال کر خیالات جمع کرنے میں

زیادہ کوشش کرتا ہوں تو دماغ پر زیادہ زور پڑتا ہے اور دماغ ہے کمزور اس وجہ سے پریشان ہو جاتا ہوں اپنی اس نااہلیت پر افسوس ہوتا ہے کہ جب یہ کیفیت ہے تو ذکر کا اثر کیا ہوگا حضرت اگر مناسب سمجھیں تو کوئی ایسی شے تجویز فرمادیں جو کہ یکسوئی کیلئے مفید ہو

تحقیق. بہت زور مت ڈالو سرسری توجہ کافی ہے یکسوئی کی یہی تدبیر ہے کہ بلا یکسوئی کام کرتے رہو انشاء اللہ تعالیٰ ذکر کی برکت سے یکسوئی بھی ہو جائیگی۔

حال۔ دوسرے مجھ سے یہ کوتاہی ہوتی ہے کہ اگر میری طبیعت خراب ہوتی ہے تو مجھ سے بیٹھ کر کام نہیں ہوتا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں جان ہی نہیں. یہی اگر کوئی فکر کی بات پیش آجاتی ہے تب بھی یہی کیفیت ہوتی ہے۔ زیادہ فکر یہ ہے کہ امراض تو مجھ میں سخت ہیں اور میں خود کمزور ہوں تو ایسی حالت میں شفا کیسے ہوگی

تحقیق طبی علاج کرو یہ کم ہمتی بوجہ ضعف بدنی کے ہے اور پھر مجھ کو اطلاع کرو

حال. پیشتر یہ حال تھا کہ اگر احیاناً صبح کو آنکھ نہ کھلتی تھی تو نہایت صدمہ رہتا تھا اور دن بھر اس کا قلق رہتا کبھی اپنے جسم کو مارتا تھا مگر اب اگر احیاناً آنکھ نہیں کھلتی ہے تو ایک صدمہ تو ہوتا ہے مگر معاً یہ خیال آجاتا ہے کہ باری تعالیٰ کے مشاہدہ کیواسطے پیدا کیے گئے ہیں مشاہدہ کرنا چاہئے اسی رنج و قلق میں نہ رہنا چاہئے اور حضور والا کی دعا سے معاً حضور بھی نصیب ہو جاتی ہے اور دوازدہ تسبیح سبھی کو پوری کرلیتا ہوں اور اگر آنکھ کھل جاتی ہے تو باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ الحمد للہ باری تعالیٰ آپ کا فضل ہے ورنہ یہ بندہ ناچیز وناپید کیا کہ تیری طاعت کیواسطے اٹھ سکے اس حالت میں فوراً اپنی پستی و عجز اور باری عز و جل کے فضل و احسان پر خیال ہوتا ہے۔

تحقیق۔ حالت رفیعہ ہے مبارک ہو مگر کوتاہی سے استغفار بھی ضرور کیا جاوے کہ وہ مشاہدہ میں داخل ہے۔

حال۔ پہلے حضرت نے ذکر اسم ذات کو فرمایا تھا اُس پر کار بند ہوں خیالات دنیوی کا ہجوم ہوتا ہے مگر اُسی حالت میں کرتا ہوں کوئی اثر نہیں دیکھا

تحقیق۔ اگر وہ اثر مقصود ہے تب تو اُس کے مقصود ہونے کی دلیل درکار ہے اور اگر غیر مقصود ہے تو اُس کے عدم سے غم ہی کیا اس جواب کی حقیقت تربیت السالک کے دیکھنے سے واضح ہوگی۔

حال۔ حالت بدستور ہے اب بندہ خدمت عالی میں ۲۵۔ شعبان تک حاضر رہے گا اور جو حکم حضور ہو اُس پر عمل کروں۔

تحقیق۔ اسم ذات کس قدر معمول ہے۔

حال۔ ایک دوست کے پاس الامداد آیا کرتا ہے اُس نے آکر مجھے ایسے فہرست جس میں بندہ کا نام بھی داخل تھا دکھلایا تو واللہ مجھے بہت شرم آئی اور اپنی نااستعدادی پر ندامت پیدا ہوئی اور یہ بھی خیال آیا کہ یہ فہرست میرے بھائی ..... وغیرہ بھی دیکھیں گے تو زیادہ شرم آنے لگی آیا یہ کیا شرم وغیرہ کا ہونا کیسا ہے۔

تحقیق۔ کمال ہے کیونکہ تواضع کمالات سے ہے۔

حال۔ کالج میں کام کرتے کرتے اکثر یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اگر یہی وقت وظائف وغیرہ میں صرف کروں تو ایمان سنور جائے۔ موت کے بعد دنیا کس کام آئیگی بالخصوص جب کوئی کام دینی کر رہا ہوتا ہوں اور اُس وقت کالج کا کام یاد آجاوے تو بڑی بدمزگی سے دین کا کام چھوڑ کر کالج کے کام میں لگ جاتا ہوں اُس وقت یہ خیال زیادہ تنگ کرتا ہے کیا کیا کروں کیا مناسب ہے کہ کالج کے کام کی پرواہ نہ کرکے اپنے حقیقی کام میں لگا رہا کروں۔

تحقیق۔ سب جائز کاموں کا وقت منضبط کیجئے

حال۔ اگر کسی اپنے قریبی رشتہ دار کو یا خود کو کوئی ذاتی دنیوی تکلیف ہو تو رونا بہت جلد آجاتا ہے مگر شغل دینی وظیفہ و نماز وغیرہ میں کبھی رقت پیدا نہیں ہوتی گو میں جانتا ہوں کہ یہ باتیں مقصود نہیں صرف وجہ طلب ہے کہ دنیاوی امورات میں رقت اس قدر جلد اور دینی میں نام و نشان بھی نہیں۔

تحقیق۔ وہاں غم کا رونا ہوتا ہے یہاں غم ہی کیا۔

حال۔ ایک امر یہ دریافت طلب ہے کہ راستہ چلنے میں کسی وقت ذکر کرتا رہتا ہوں تو وہم ہوتا ہے کہ قرآن شریف پڑھو اور کبھی قرآن شریف پڑھتا رہتا ہوں تو ذکر کا کبھی اس پر عمل بھی کر لیا جاتا ہے آیا اس کا کچھ خیال کیا جاوے یا نہیں۔

تحقیق۔ بالکل نہیں جس کی پاس ہو سب خیریت ہیں۔

حال۔ کبھی اشتیاق میں اثنائے ذکر ہی میں اشعار پڑھنے کو جی چاہتا ہے لیکن اس کو وسوسہ شیطانی سمجھ کر نہیں کیا جاتا۔

تحقیق۔ قلیل کا مضائقہ نہیں لیکن کثرت نہ ہو۔

حال۔ احقر آجکل دس ہزار مرتبہ استغفار روز مرہ پڑھ لیتا ہے اگرچہ حالت بالکل یہ ہے کہ ؎

سبحہ برکف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ   معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

اور چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات ایک پارہ قرآن شریف بعد نماز تہجد دوازدہ تسبیح پڑھ لیتا ہے لیکن کیفیت بالکل ایسی ہوتی ہے ؎

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر   ایں چنیں تسبیح کے دارد اثر

حضرت ذکر کرنے کے درمیان عظمت الٰہی اکثر پیش نظر رہتی ہے جس کی وجہ سے واللہ اپنی طاعت سے بھی شرمندہ ہوتا ہوں اور جب گناہ بھی ہو

جاتا ہے مجھے سخت غیرت آتی ہے اپنی طاعت ہی میں ہزاروں کوتاہیاں میں خود
دیکھتا ہوں یہ شعر میری حالت کا ترجمہ ہے کہ ؎

میری طاعت کے ساتھ معصیت بھی عار کرتی ہے
میری توبہ سے توبہ توبہ استغفار کرتی ہے

لیکن چونکہ یہ ذکر ہی مایۂ تسلی ہے اگر اچھا ہو تو بُرا ہی سہی شاید ذکر کرتے کرتے
اچھا بھی نصیب ہو جائے بغیر ذکر کے بھی چین نہیں آتا ؎

چھیڑ خوباں سے چلی جائے اسد — گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی

پیشتر ذکر تکلف سے ہوتا تھا اور اب تو الحمد اللہ بغیر ذکر کے چین نہیں بظاہر بالکل
غفلت نہیں ہوتی اگرچہ حقیقت میں غافل ہوں ذکر کے برکات جو مجھ کو مشاہد
ہیں کیا اور کہاں تک عرض کر سکتا ہوں واللہ مجھ کو بالکل مست سا کر دیا ہے۔
میری حالت یہ ہے کہ سخت عسرت مجھ پر غالب ہے کثرت سے فاقے پر فاقے
پیش آتے ہیں حال ہی میں ایک بچہ کا انتقال بعارضہ بخار ہو گیا ہے اور
بھی بہت سی دقتیں پیش آتی رہتی ہیں لیکن باوجودیکہ ظاہری اثر ان تکالیف
کا معلوم ہوتا ہے یعنی فاقہ میں کمزوری بھی ہوتی ہے اور رنج کی بات سے
رنج بھی ہوتا ہے لیکن قسم ہے اُس پروردگار عالم کی اس پر ایسا عیش مجھ کو
میسر ہے کہ واللہ عمر بھر میں کبھی نصیب نہیں ہوا ہزارہا روپیہ کمایا اور خرچ کیا کبھی
بھی ایسا عیش اور بے فکری اور اطمینان نصیب نہیں ہوا جیسا کہ اب عسرت میں
حاصل ہے حضرت حقیقت یہ ہے کہ واللہ ذکر اللہ عجیب چیز ہے۔ اثر ضرور ہوتا
ہے اور ضرور ہوتا ہے ممکن نہیں کہ اثر نہ ہو اور وصول الی اللہ نہ ہو جب میرے جیسے ناکس
میں سینکڑوں کوتاہیاں موجود ہیں اُس کی یہ کیفیت ہے تو جن حضرات کو
اعلیٰ درجہ ذکر کا حاصل ہے اُن کی خدا جانے کیا حالت ہوتی ہوگی اور مستی کا
کیا عالم ہوتا ہوگا ؎

جلوہ خاک آمیز چوں مجنوں کند — صاف گر باشد ندانم چوں کند

مختصر یہ ہے کہ پریشانی مجھ کو الحمد للہ کسی واقعہ سے بھی نہیں ہوئی بلکہ بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی کا مضمون ہے۔ بس اطمینان ہے کہ ہر چہ آن خسرو کند شیریں بود ہر چہ از دوست میرسد نیکوست تمام دنیا کے تفکرات سے آزاد ہوں! اور اکثر یہ شعر ورد زبان رہتا ہے ؎

کار ساز ما بساز کار ما | فکر ما در کار ما آزار ما

اور یہ سب حضور کی بدولت میسر ہوا ورنہ میں اگر تنہا ہزار برس بھی ذکر کرتا تو یہ ہرگز نہ میسر ہوتا ؎

بے عنایت حق و خاصان حق | گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ذکر اور تلاوت اور نماز میں اکثر رقت رہتی ہے حضرت دل میں ایک آگ سی ہر وقت لگی رہتی ہے اور قلب میں سوز اور درد نہایت اچھا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کی تصانیف کثرت سے مطالعہ میں رکھتا ہوں مذاق العارفین جلد چہارم جو احیاء العلوم کا ترجمہ ہے وہ بھی آجکل میرے مطالعہ میں ہے اور ایک وعظ ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ مثل تقریر کے پڑھ کر حضور کا جامع مسجد میں سُناتا ہوں اور ایک وعظ یا کبھی نصف وعظ حضور کا روزانہ ایک مولوی صاحب کو پڑھ کر سُناتا ہوں جس سے مجھ کو بے انتہا نفع ہوتا ہے اور سُننے والے بھی بہت نفع ہونا بیان کرتے ہیں لیکن یہ قدرتی رحمت جو فاقے اور عسرت کی صورت میں مجھ پر میرے آقا نے نازل فرمائی ہے حضرت واللہ اس سے مجھ کو روحانی بے انتہا نفع ہوا ہے قلب میں ایک نور معلوم ہوتا ہے جس سے عجیب کیفیت ہوتی ہے اور تواضع اور انکسار کی عجیب حالت پیدا ہو گئی ہے جو عرض نہیں کر سکتا۔ ذوقی کیفیت تحریر میں کیوں کر لاؤں غرض حضرت کی دعا و توجہ سے مجھ پر میرے آقا کا بے انتہا کرم و فضل ہے اور میں الحمد للہ ہزاروں روحانی نعمتوں اور جسمانی نعمتوں سے مالا مال ہوں۔ حضرت ایسا معلوم دیتا ہے کہ دل میں کہ دل میں کوئی تسلی دینے والا موجود

...بت سے

...دم جو مصائب میں بھی ہوں خوش و خرم   دیتا ہے تسلی کوئی بیٹھا میرے دل میں

...یک پریشانی سی ایک خیال سے اکثر پیدا ہو جاتی ہے فکر یہ دن رات رہتا ہے
...ے ایمان پر خاتمہ بھی نصیب ہوگا یا نہیں مرض کی شدت دنیا سے جا نا یا کچھ
...ی تکلیف شیطان کے بہکانے کا خیال کچھ بھی ایسی پیدا کرتا ہے کہ پریشانی
...نک نوبت پہنچ جاتی ہے لیکن کچھ دیر کے بعد یہ خیال کرنا شروع کر دیتا ہوں
...کہ پروردگار عالم محض اپنے فضل و کرم سے جب مجھ پر اپنے احسانات اور عنایت
...ور رحمت کے انبار کے انبار نازل فرما رہے ہیں تو ایسی بیکسی اور مجبوری اور
...شد ضرورت کے وقت تو اور بھی زیادہ یقیناً انشاء اللہ مدد فرمائیں گے اور
...انشاء اللہ ضرور بالضرور اللہ نے چاہا تو ایمان ہی پر خاتمہ نصیب ہوگا اور وسعت
...رحمت کو سوچتا رہتا ہوں بس یہ پریشانی زائل ہو جاتی ہے اطلاعاً گذارش
...ے حضرت کی توجہ اور دعاء کا میں سخت محتاج ہوں۔

تحقیق۔ جتنی خوشی ان حالات سے آپ کو ہے مجھ کو بھی اس سے زیادہ ہے
مبارک ہو خدا تعالیٰ زیادہ ترقی اور استقامت نصیب فرمائے بڑی نعمت

...ے الحمدللہ۔

حال۔ اپنی کیفیت کہتے ہوئے شرم آتی ہے مگر بلا اطلاع چارہ نہیں ہے
جس روز تھانہ بھون سے حضور کے ہمرکاب کاندھلہ جا رہا تھا۔ یہ کیفیت تھی
جس قدر بھی زیادہ ممکن ہو اللہ کا ذکر کروں چنانچہ بتوفیق الٰہی اللہ کا ذکر خفی
کرتا رہا۔ کاندھلہ پہنچکر ذکر بالکل جاتا رہا۔ دہلی میں تو اللہ کی پناہ ہے حالت
ہی بگڑ گئی گو حالت بنی ہی کیا تھی کہ بگڑتی اب سے میرا مقصد یہ ہے کہ
ایک رغبت جو ذکر سے ہو گئی تھی اور دل یہ چاہا کرتا تھا کہ رات اور دن ذکر اللہ
کرتے رہو اب بالکل نہیں ہے اور اللہ پاک سے جو ایک محبت معلوم ہوتی
تھی وہ بالکل جاتی رہی قطعاً ذرہ برابر بھی معلوم نہیں ہوتی مجھے ارتداد کا خوف

ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرتد ہو گیا ہوں اسی طرح اسلام سے بھی کوئی شغف نہیں معلوم ہوتا حضور دعا فرماویں کہ اسلام پر قائم رہوں اور راہ حق سے خلاف نہ چلوں اللھم ثبت قلبی علی دینک اللھم ثبت قلبی علی طاعتک ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب حالت بہت ہی خراب ہے جس کا بیان مشکل ہے نہایت بے رغبتی سے نماز وغیرہ ہوتی ہے ذکر و نفل پڑھنے کو طبیعت بالکل نہیں چاہتی اللہ رحم کرے میرے حال پر حضور دعا فرماویں ہلاکت کے قریب ہو گیا ہوں۔
اللھم احینی مسلما و امتنی مسلما و احشرنی فی زمرۃ المسلمین

تحقیق۔ یہ خیالی پریشانی ہے اس کا سبب عدم انضباط اوقات ہے۔ جو مبتدی کو بہت مضر ہے اور اس عدم انضباط کا سبب سفر ہے اسی واسطے اہل طریق نے مبتدی کے لئے سفر کو مضر کہا ہے آپ بتکلف انضباط اوقات کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ یہ شکایت بہت جلد رفع ہو جاوے گی

حال۔ آجکل بندہ شیطان کی عجب کشمکش میں مبتلا ہے اور پریشانی میں شیطان یہ خیالات لاتا ہے کہ فلاں کامیاب ہوا اور تو نہ ہوا اس کو بندہ تھا سو اس وجہ سے خیال نہیں کرتا ہے کہ اس شخص کی نسبت کے مسلوب ہونیکا وسوسہ بھی دلمیں نہیں آتا ہے بلکہ تنافس خیال کئے ہوئے ہوں جو کہ شرک فی الطریقت ہے اسوجہ سے کہ نفس شہرت کو پسند کرتا ہے ثانیاً یہ کہ اعمال پر ثمرات کا دنیا میں مرتب ہونا ضروری نہیں۔ ثالثاً مقصود کی طرف سے غیر مقصود کی طرف شیطان لانا چاہتا ہے۔ رابعاً شیطان بندہ کو اس کا مستحق ٹھیراتا ہے کہ ثمرات مرتب ہوں بندہ اس خیال کو نفس کا کید سمجھے ہوئے ہے اور لاحول پڑھتا ہے اور دل کو سمجھاتا ہے کہ اگر بفرض محال دنیا ہی میں ثمرات مرتب ہوں تو تیرا کونسا ایسا عمل ہے کہ جس پر اس کا

ترتب ضروری ہو ہر شخص بلحاظ اپنے کمال کے کسی فعل یا عمل کو پسند کرتا ہے
جبکہ بنی نوع انسان میں یہ طریقہ مروج ہے تو وہ احکم الحاکمین کے تمام
صفات میں اکمل ہے اس طریقہ کو کیوں نہ پسند کریگا اس اُصول کو مدنظر رکھکر
تو ہی دیکھ لے کہ تیرا کونسا ایسا عمل ہے تیرے عمل پر تو اگر عتاب ہی نہ ہو تو
اُس کی رحمت ہے تو اپنے گریبان میں منہ ڈال کے دیکھ کہ تو کس منہ سے
ایسا کہتا ہے اور یہ اشعار پڑھتا ہوں ؎

سودا قمار عشق میں شیریں سے کوہکن — بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشقباز — اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اور کبھی اس طرف خیال جاتا ہے بقول شہیدی کے ؎

اُس کے الطاف تو ہیں عام شہیدیؔ سب پر — تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

جب کبھی اس حالت سے افاقہ ہوتا ہے تو افسوس ہوتا ہے کہ لاحول
ولا قوۃ کس خرافات میں ہے اس سے اگر نصف دیر ہی محبوب حقیقی کا
مشاہدہ کرتا تو کیا اچھا ہوتا باری تعالےٰ کا تصور ہوتا ہے اور پھر شیطان
بہکا دیتا ہے اور بندہ کی واقعی حالت یہ ہے کہ اول شب میں گرمی کے موسم
میں ایک مرتبہ تو غنودگی ضرور ہی ہو جاتا ہے اگرچہ دن میں اس کا تدارک کر لیتا ہوں
دوسرے اگر آنکھ کھلی بھی تو نیند کا ایسا غلبہ ہوتا ہے کہ نفل تو کھڑے ہو کر پڑھ
لیتے باقی ذکر میں خبر نہیں رہتی کہ کیا پڑھا اور کس حالت میں اس وجہ سے یہ انتظام
کیا ہے کہ ساڑھے تین بجے اُٹھتا ہوں چار تک نوافل سے فارغ ہو جاتا
ہوں اور بعدہ صبح صادق ہی میں نماز سے پہلے تسبیح پوری کر لیتا ہوں حالانکہ جی
یوں چاہا کرتا ہے کہ نوافل میں قرأت طویل کروں مگر مجبور ہوں کہ ایک دن
ایسا کروں دوسرے دن بالکل ہی آنکھ نہ کھلے اس وجہ سے کہ بوجہ کاروبار دنیا بندہ
میں مشغول ہے ایک گھنٹہ کبھی سونے کو ملتا ہے ثانیاً آمد و رفت کی تکان بھی
ہوتی ہے البتہ یہ فائدہ ضرور ہے کہ حضور والا کی صحبت اقدس میں ایک ڈیڑھ

کم نصیب ہو جاتی ہے اور بندہ اپنی رائے ناقص میں حضور والا کی ایک ساعت کی صحبت کو اپنی عبادت ذکر شمار میں ہے بلکہ کسی کامل کی دن بھر کی عبادت سے بہتر سمجھتا ہے اپنی حالت کو بعینہٖ اس کے مصداق پاتا ہوں کہ ؎

عُمر رکھتا ہوں سو بے سود عمل میرے خراب ۔ دل و جاں رکھتا ہوں سو وہ بھی پریشان و زبوں

ایسا شخص اگر اپنے آپ کو کسی ثمرہ کے مستحق سمجھے تو اس سے زیادہ حماقت کیا ہوگی دل کو ہر چند سمجھاتا ہوں مگر شیطان نے سخت پریشانی میں ڈال رکھا ہے حضور والا باری تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ باری تعالیٰ بندہ ناچیز کو شیطان ملعون کے شر سے محفوظ رکھیں البتہ اس بات کو تو دل چاہتا ہے کہ اسکے مصداق حالت ہو جائے کہ ؎

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید ۔ یا تن رسد بجاناں یا جاں رسد برآید

بکشائے تربتم را بعد از وفات و بنگر ۔ کز آتش درونم دود از کفن برآید

باری تعالےٰ بندہ کو استقامت عطا فرماویں خواہ مرتے وقت یہی معلوم ہو جاوے کہ تو بالکل ناکام رہا مگر اُس کی محبت دل میں رچ جاوے حضور والا بندہ کی حالت ملاحظہ فرما کر اگر مرض تشخیص فرماویں تو اس کا علاج فرماویں

تحقیق ۔ یہ مرض نہیں عین مرضی ہے اور یہ سب آثار و علامات ہیں طلب کے حق تعالیٰ مبارک کرے کام میں لگا رہنا چاہئے خواہ سستی سے ہی انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی خالی نہ جاوے گا جس کامیابی کے متعلق آپ کو خیالی کشمکش ہوتی ہے اُس کی حقیقت طالبان کامیابی کی خدمت سے ایک گونہ مناسبت ہے باقی حقیقی کامیابی وہ دوسری چیز ہے اُس کے لیے پیر ہونے کی ضرورت نہیں اُس کی حقیقت رسوخ تعلق مع اللہ ہے سو بحمد اللہ آثار سے وہ آپ کو معلوم ہوتی ہے

حال ۔ حسب ارشاد حضور دن میں نو ہزار اسم ذات اور رات میں بارہ تسبیح اور اوقات میں درود شریف و مطالعہ کتب کیا کرتا ہوں اور ایک بات قابل دریافت ہے

تبلہ کو رب الارباب اور شاہنشاہ یاد فرمائے پس ان تین بزرگیوں سے اسے
ذاکر مجھ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کامل و تام فرمائی۔

ظاہر ذکر بدون باطنی مشاہدہ اور فکر کے نہیں ہوتا ہے ف بندہ سے جو طاعت
و عبادت و ذکر اس عالم میں ظاہر ہوتی ہے وہ بدون اس کے نہیں ہوتی کہ بندہ
کے اس عالم میں آنے سے پہلے اس کی روح کو حق تعالیٰ نے اپنی وحدانیت
و حقائق کا مشاہدہ نہ کرایا ہو بلکہ جو بندہ طاعت و عبادت و ذکر کرتا ہے اس کی
روح پہلے سے باطنی مشاہدہ کر چکی ہے اُسی کا اثر اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے گو اس
بندہ کو اس کی خبر نہو اور وجہ اس بے خبر ہونے کی یہ ہے کہ اس عالم میں جب روح
اس جسم کی مقید ہوئی تو اس جسم کے عوارض کا اُس پر غلبہ ہوتا ہے اور اُس
عالم کے واقعات سے بیخبر ہو جاتی ہے۔ اور جس کو حق تعالیٰ چاہتے ہیں اُس کو
اس کا علم بھی عطا فرما دیتے اور موانع کو اُٹھا دیتے ہیں۔

آٹھواں باب فکر کے بیان میں

قلب کا سیر کرنا اغیار یعنی مخلوقات کے وسیع میدانوں میں فکر ہے ف اغیار
سے مراد خالق کے سوا جو مخلوقات ہے آسمان سے زمین تک جو مخلوقات کی
انواع ہیں ان کو میدانوں سے تشبیہ دی ہے فکر کی حقیقت قلب کا ان میدانوں
میں گھومنا ہے اور ان میدانوں میں گھومنے سے یہ مراد ہے کہ مخلوقات الہیہ میں
حق تعالیٰ کی قدرت کے کرشموں اور عجیب و غریب تصرفات کا جو ہر وقت ہوتے
رہتے ہیں مشاہدہ کرے کہ کوئی جیتا ہے کوئی مرتا ہے کوئی فقیر ہے کوئی غنی ہے
اور اس عالم کے ان عجائبات سے عبرت حاصل کرے اور نیز حق تعالیٰ کی صفات کمال یا
جمال و جلال کا مطالعہ کرے یہ فکر اُس کو خالق تک پہنچا دیگا اور اس کا یقین
کامل ہو گا کہ میرا خالق بڑا علیم و حکیم اور جلال و عظمت والا ہے ایسے ہی فکر کا ہم
کو حکم ہے اور خالق کی ذات میں فکر سے ہم کو منع کیا گیا ہے اس لئے کہ ہمارے

فکر کی وہاں رسائی نہیں اس میں خوف دائرہ دین سے نکل جانے اور مردود ہونے کا ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔ خالق کے متعلق بس اس قدر ایمان رکھے جس قدر بتلا دیا گیا ہے ؎

دور بینان بارگاہ الست غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

اور طاعات و معاصی میں فکر کرے کہ فلاں طاعت کا یہ ثواب ہے اور فلاں معصیت پر یہ عذاب ہے اور نیز حق تعالیٰ کی نعمتوں میں فکر کرے کہ مجھ پر کس قدر نعمتیں اس منعم حقیقی کی ہیں اور دنیا و مافیہا کے فنا ہونے میں فکر کرنے یہ سب فکر کی قسمیں مقصود و محمود و مامور بہ ہیں۔

فکر قلب کا چراغ ہے جب وہ نہ رہیگا تو قلب کی روشنی بھی جاتی رہیگی ف فکر کی حقیقت اوپر بیان کی گئی ہے قلب کیلئے بمنزلہ چراغ کے ہے اور قلب بدون فکر کے مثل اندھیری کوٹھری کے ہے کہ بدون شمع و چراغ کے کچھ علم نہیں ہوتا کہ اس میں کیا ہے اسی طرح بدون فکر کے کسی شے کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی اور جب فکر کرے گا تو اس سے حقائق اشیاء قلب پر منکشف ہوں گی اور حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا اور دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا کھلی آنکھوں معلوم ہوگا اور حق تعالیٰ کی عظمت و جلال اور اس کا قہار و جبار و منعم حقیقی ہونیکا مشاہدہ ہوگا اور نیز اپنے نفس کے مخفی عیوب اور نفس کے حیلے بہانے اور دنیا کا جائے غرور ہونا مفصل معلوم ہوگا اور اگر فکر جاتا رہا تو قلب مثل اندھیری کوٹھری کے رہ جاوے گا کہ کسی شے کی اس کو تمیز نہ رہے گی۔

فکر دو طرح ہے ایک فکر تو تصدیق اور ایمان کی اور دوسری فکر مشاہدہ اور عیان کی۔ پہلی تو اہل اعتبار یعنی سالکوں کے لئے ہے اور دوسری اہل مشاہدہ و معائنہ یعنی مجذوبوں کے لئے ف جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ کے خاص بندے دو قسم پر ہیں سالک و مجذوب سالک وہ ہے جو آثار و احوال سے استدلال کر کے مؤثر تک پہنچے یعنی مخلوقات و مصنوعات الٰہیہ میں اول اس کا قلب سیر

کرتا ہے اور اُس سے اُس کو اسمار الٰہیہ و اوصاف الٰہیہ تک راہ ملتی ہے مثلاً مخلوقات کو دیکھا کہ گناہ کر رہے ہیں کفر کر رہے ہیں اور سزا نہیں ملتی تو اسکی جزئیات میں فکر کرنے سے اُس کے قلب کو مشاہدہ ہوا کہ وہ حلیم ہے اور حلم اُس کی صفت ہے اور مثلاً اشیاء کے حسن و جمال اور موزونیت و صنعت کو دیکھ کر اُس کے حکیم ہونے کا مشاہدہ ہوا پھر اسمار و صفات میں مشاہدہ کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قلب کو ذات پاک تک راہ مل جاتی ہے تو یہ شخص آثار سے استدلال کر کے موثر پر پہنچے یعنی اوّل اُس کے قلب کو ذات پاک کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے پھر اُس سے واپس کیا جاتا ہے اور صفات و اسمار کے اندر سیر کرتا ہے اور پھر اُس سے مخلوقات و مصنوعات کی سیر میں آتا ہے پس سالک تو نیچے سے اوپر کو لیجایا جاتا ہے اور مجذوب اوپر سے نیچے کو اُتارا جاتا ہے مگر یہ حال اُن کا ہے جن کے حال کی تکمیل اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتی ہے ورنہ بعض جذب ہی کی حالت میں رہتے ہیں اور بعض سالک درمیان میں رہ جاتے ہیں۔

اسکے بعد سمجھو کہ شیخ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ فکر جس کی حقیقت مخلوقات کے میدان میں گھومنا ہے دو قسم پر ہے اوّل فکر تصدیق اور ایمان کی یعنی وہ فکر جس کا منشا تصدیق اور ایمان ہے اور محض اللہ و رسول کو سچا جاننے اور مومن ہونے سے پیدا ہوا ہے مشاہدہ و معائنہ سے پیدا نہیں ہوا یہ فکر سالکوں کا ہے کہ مخلوقات و مصنوعات الٰہیہ میں فکر و استدلال کر کے خالق تک پہنچتے ہیں اور اس فکر کا منشا ایمان ہے دوسرا فکر مشاہدہ اور معائنہ کا یعنی اُس کا منشار مشاہدہ و معائنہ ذات پاک کا ہے صرف ایمان و تصدیق اس کا سبب نہیں ہے کہ وہ خالق تعالیٰ شانہ کے مشاہدہ و معائنہ سے فکر کرتے کرتے مخلوقات و مصنوعات تک پہنچتے ہیں سالک کے علم کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ شئے مصنوع اور مخلوق ہے تو ضروری ہے کہ اس کا خالق و صانع بھی ہے تو اس کی نظر قلب اوّل مخلوق پر ہوئی اس کے بعد خالق و صانع کا مشاہدہ ہوا اور مجذوب کے علم کا خلاصہ یہ ہوگا کہ خالق و صانع و رحمٰن و رحیم موجود ہے لہذا مخلوق و مصنوع و مرحوم بھی ہے تو اس کی نظر قلب اوّل خالق پر ہوئی ہے اور اس سے

استدلال کر کے مخلوق تک پہنچتا ہے اسی واسطے سالک ہوش و حواس والا ہوتا ہے اور مجذوب سے اکثر حرکات خلاف عقل ہوتی ہیں لیکن سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ سب علوم قلبی ذوقی و وجدانی و وہبی ہیں علم ظاہری اور کسب سے اس کا تعلق نہیں ہے۔

نواں باب زہد اور اُس کی فضیلت کے بیان میں

جو عمل تارک الدنیا کے قلب سے ہو وہ تھوڑا نہیں اور جو عمل دنیا کے حریص خدا تعالیٰ سے غافل کے قلب سے ہو وہ زیادہ نہیں ف جبتک انسان کے اندر حُب دنیا اور جاہ کا غلبہ رہتا ہے اُس کے نیک اعمال کے اندر اخلاص نہیں پیدا ہوتا اغراض دنیویہ اور نفسانی خواہشیں ہر جگہ اور ہر عمل میں اپنا غلبہ اور زور دکھاتی ہیں اور قبولیت اعمال کی درگاہِ الٰہی میں اُس وقت ہے کہ جب عمل ان آفتوں سے خالص ہو ایسا شخص اگر نماز بھی پڑھتا ہے تو اُس میں بھی نفس کوئی غرض دنیوی شامل کر دیتا ہے اور جس بندہ پر فضل ہو جاوے اور نفس اس کا حب دنیا و حب جاہ کے غلبہ سے پاک ہو جاوے اُس کا جو عمل ہے خواہ دین کا ہو یا دنیا کا وہ اخلاص پر مبنی ہوتا ہے اور منشا اُس کا للّٰہیت ہوتی ہے اس لئے کہ دنیا تو دل سے نکل ہی جاتی ہے پس تارک الدنیا جو عمل کرے اگرچہ وہ مقدار میں کم معلوم ہو وہ تھوڑا نہیں ہے اس لئے کہ گو مقدار میں کم ہو مگر چونکہ اُس عمل کے اندر مغز اور روح موجود ہے اس لئے اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور بہت ہے اور دنیا کا حریص اور جس کا دل اللہ تعالیٰ سے غافل ہے اگرچہ ظاہر میں بڑے بڑے اعمال نیک کرے لیکن چونکہ منشا اُن اعمال کا ابھی تک صحیح نہیں ہوا اور قلب کے اندر روگ موجود ہے اس لئے وہ بہت نہیں ہیں۔ اس لیئے کہ آفات مثل ریاء و تصنع و اغراض نفسانی و شیطانی سے ہرگز خالی نہیں گو یہ شخص خالی سمجھے پس قابل اہتمام اور فکر قلب سے ماسوی اللہ کو نکالنا اور قلب کا تصفیہ و تزکیہ ہونا کہ اس کے بعد جو عمل بھی ہو با مغز اور روح لیا ہوا

اگرچہ وہ عمل کم ہی ہو لیکن یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ ان آفات کی وجہ سے عمل نیک
کو ترک نہ کرنا چاہیئے اس لئے کہ نہ کرنے سے تو بہر حال کرنا بہتر ہے اور نیز یہی
نیک عمل کشاں کشاں اخلاص تک بھی پہنچا دے گا۔

خوش کرنے والی دنیاوی چیزیں کم ہوتی جائیں غمگین کرنے والی چیزیں کم ہو
جاویں گی ف انسان کے غم اور رنج کا سبب اکثر دنیا کی چیزوں کا ضائع ہونا ہوتا
ہے مثلاً مال جاتا رہا یا کپڑے جاتے رہے یا باغ جل گیا وغیرہ اور فرحت و خوشی
کا سبب ان چیزوں کا ملنا ہوتا ہے تو اگر کوئی یہ چاہے کہ مجھے غم اور رنج کم ہو تو
اس کو چاہیئے کہ دنیا کی خوش کرنے والی چیزیں اپنے پاس سے کم کر دے پھر
غمگین کرنے والی کوئی چیز بھی نہ رہے گی اس لئے کہ غم تو دنیا کی چیز کے جانے
سے ہوتا تھا جب وہ چیز ہی نہ رہی تو غم کیسا اور جس قدر دنیا کی چیزیں زیادہ ہونگی اسی
قدر ہموم اور افکار بھی قلب پر طاری ہونگے اور قلب کو چین نہ ملے گی چین اور راحت
ان چیزوں کے چھوڑنے ہی میں ہے بس عاقل وہ ہے کہ دنیا میں سے قدر ضرورت
پر اکتفا کرے اور زوائد کو حذف کرے اور دارین کی راحت حاصل کرے۔

اگر تو چاہے کہ معزولی کے غم سے محفوظ رہے تو بے بقا اور ناپائیدار ولایت
دنیاوی اختیار نہ کر ف یہ ارشاد شیخ کا پہلے ارشاد کی بطور مثال کے ہے خلاصہ
یہ ہے کہ دنیاوی حکومت اور ولایت ناپائیدار ہے اس کو اختیار نہ کرو اس کا ثمرہ
یہ ہوگا کہ معزول ہونیکے غم سے تم کو نجات رہے گی اور اگر دنیا کی فانی حکومت
اختیار کی تو اگر معزول و برخاست کئے گئے تو اس کا تم کو غم ہوگا اور اگر فرض کرو معزول
نہ ہوئے تو موت تو ضرور ہی آوے گی اس وقت لامحالہ یہ حکومت چھوڑنا پڑے گی
اور اسکے چھوٹنے کی حسرت ہوگی تو اگر یہ منظور ہے کہ معزولی کا غم نہ ہو تو اس ولایت
وحکومت ہی کو اختیار نہ کرو۔

اگر تجھ کو ولایت و حکومت دنیاوی کی ابتدا اس کی طرف رغبت دلاتی ہے تو
اس کی انتہا معزولی یا موت کے ساتھ اس سے بے رغبت کرتی ہے اگر

اگر اس کا ظاہر تجھ کو اس کی طرف بلاتا ہے تو اس کا باطن تجھ کو اس سے روکتا ہے

ف دنیوی حکومت و شوکت اور جاہ و جلال کی ابتدا تو بڑی رونق دار اور دلکش ہے
کہ جس کو حاصل ہو جاتی ہے وہ لوگوں کی نظروں میں معزز و مکرم ہو جاتا ہے اور خود
اس کا نفس بھی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا اور یہ اس کی ابتدائی حالت
ہی لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور بلاتی ہے لیکن اس کی انتہائی حالت یہ ہے
کہ یا تو اس شخص کی حیات ہی میں برخاستگی اور معزولی ہوتی ہے یا موت سے
وہ چھوٹ جاتی ہے اور اکثر حکومت میں حدود شرعیہ کی رعایت نہیں رہتی ظلم
اور جور اور تعدی اس کا گویا لازمہ ہے تو معزول ہونے کے وقت اس کے چھوٹنے
کا غم ہوتا ہے اور موت کے وقت چھوٹنے کی حسرت علیحدہ اور جور و ظلم کی وجہ
سے ندامت اور غم و حزن کا انبار اور حقوق العباد کا بار جدا ہوتا ہے تو اس کی
انتہا اس سے بے رغبت کرتی ہے اسی طرح اس دنیوی حکومت کا ظاہر
حال کہ عزت ہے اور حکام اور بادشاہ وقت کی نظروں میں اعزاز اور مال ملنے
کی وجہ سے حسب دلخواہ کھانا پہننا ہے اپنی طرف کھینچتا ہے لیکن اس کا باطن
کہ درحقیقت یہ حکومت اللہ تعالیٰ کی یاد سے روگردانی کرنے والی اور سراسر ضرر
آخرت کا باعث ہے تجھ کو اس سے روکنے والا ہے پس عاقل وہ ہے جو
عاقبت اندیش ہو اور کسی شے کے ظاہر حال اور ابتدائی حالت سے دھوکہ
نہ کھائے اور اس کی نظر انجام اور حقیقت پر ہو ؎

در پس ہر گریہ آخر خندہ ایست — مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

خدا تعالیٰ نے دنیا کو اعتبار کا محل اور کدورتوں کا معدن اس لئے بنایا کہ تجھ کو اس سے بے رغبت کرے

ف۔ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے مقام عبرت اور کدورات و
پریشانیوں کا معدن بنایا ہے کہ روزانہ ایسے ایسے واقعات عبرتناک ہوتے رہتے
ہیں کہ عاقل ان سے عبرت حاصل کر سکتا ہے اور ایسی بلائیں و مصائب آتی رہتی
ہیں کہ جن سے بڑی نصیحت مل سکتی ہے کوئی شخص اپنے مقاصد و مطالب

حاصل نہیں کر سکتا ہے۔ آدمی چاہتا ہے کہ میں تندرست رہوں لیکن امراض اُسکو نہیں چھوڑتے چاہتا ہے کہ مال ملے لیکن بجائے اُس کے تنگدستی اور افلاس ہوتا ہے چاہتا ہے کہ اولاد ملے لیکن اُسی کے غم میں عمر گذر جاتی ہے یا اولاد ہوتی ہے اور سامنے رخصت ہو جاتی ہے اور دنیا تشویشات و کدورتوں سے پر ہے لیکن اس میں حق تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ان حوادث و مصائب و عبرتوں سے آدمی اس سے بے رغبت ہو جاتا ہے اور اس کو ایسا بنانے میں یہی حکمت ہو تاکہ اپنے بندوں کو اس مردار سے علیحدہ کرے۔

اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ تو صرف نصیحت قبول نہیں کریگا تو اس لئے تجھ کو مصائب کی چاشنی کا ایسا ذائقہ چکھایا جو تجھپر دنیا کی مفارقت سہل کر دے ف جس شخص کے اندر دنیا اور دنیا کی لذتوں کی محبت نہیں رکھی گئی اور عقل اُن کی سلیم ہے اُس کے لئے تو نری نصیحت اور قرآن و حدیث و وعظ کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بہت سے بندے ایسے بھی ہیں کہ اُن کے قلوب میں لذات دنیاوی اور خباثت محبت جمی ہوئی ہے اور عقل اُن کی کم ہے تو ایسوں کو نری نصیحت کافی نہیں تو انکو دنیا کے مصائب اور غم و رنج کے ایسے مزے چکھاتے ہیں کہ اُن کا دل اس مردار سے افسردہ اور پژمردہ ہو جاتا ہے اور اُس کو چھوڑ دینا ان کو سہل ہو جاتا ہے اور بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ باوجود ان مصائب کے بھی اُن کو عبرت نہیں ہوتی لیکن بہتیرے مسلمانوں کا حال یہی ہے کہ مصائب اٹھا کر متوجہ الی اللہ ہو جاتے ہیں اور بہ نسبت سابق ان کی حالت بہتر ہو جاتی ہے۔

طے حقیقی جو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو کرامت فرماتا ہے، یہ ہے کہ تو دنیا کی مسافت کو نظر بصیرت سے یہانتک لپیٹ کر رکھدے کہ آخرت تجھ کو تجھ سے قریب تر نظر آنے لگے ف طے ارض آصرف یا کرامت کی اقسام میں ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ یہ کرامت عطا فرماتا ہے کہ وہ بڑی مسافت کو ایک لمحہ میں قطع کر لیتے ہیں شیخ ارشاد فرماتے ہیں کہ طے ارض کوئی

سے شئے مقصود نہیں ہے اس لیے کہ اُس کا مدار ولایت مقبولہ پر نہیں ہے
یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس شخص کو طے ارض کا تصرف حاصل ہو وہ
مقبول ہی ہو ممکن ہے اور عجب نہیں کہ واقع بھی ہو کہ کوئی شخص ریاضت
کر کے ایسا تصرف حاصل کرلے اور متبع شریعت نہو اور یا بطور استدراج
اور مکر کے کسی کے اندر ایسا وصف عنایت ہو جاوے اور اگر کسی مقبول
کے اندر بھی ہو تب بھی کوئی مقصود نہیں ہے حقیقی طے یعنی سچے رستے کا
قطع کرنا تو یہ ہے کہ تم اپنے قلب کے سامنے سے اس دنیا کی مسافت کو
قطع کردو اور بالکل لپیٹ دو یعنی دنیا اور دنیا کی لذتیں اور بیجا خواہشیں قلب
کے اندر تو کیا قلب کے سامنے بھی نہ رہیں ایسی حالت ہو جاوے جیسے کسی
راستہ کو طے کرلیا ہو اور وہ نظروں کے سامنے نہیں رہتا اور اتنا اس
راستہ کو طے کرو اور دنیا کو دل کے سامنے سے علیحدہ کرو کہ آخرت
پیش نظر ہو جاوے اور اتنی قریب ہو جاوے کہ تم کو اپنے وجود سے بھی زیادہ
قریب دکھائی دینے لگے اور اپنے وجود سے زیادہ قریب قلب کو اس لیے
نظر آوے گی کہ اس سالک کا وجود بھی جب ماسوا میں داخل ہے تو قلب اُس
کو بھی طے کرے گا اب اپنے وجود سے بڑھ کر آخرت زیادہ قریب قلب کے
ہو جاوے گی اور یہ دنیا کی مسافت اُس وقت طے ہوتی ہے جب اللہ
تعالیٰ بندہ کے قلب میں نور یقین القا فرماویں کہ اس کی روشنی سے قل جاء
الحق و زھق الباطل کا مضمون ہو جاوے اُس وقت دنیا نظر قلب سے بالکل
معدوم ہو جاوے گی و ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء وما ذالک علی اللہ
بعزیز رزقنا ھا اللہ تعالیٰ آمین

اگر یقین کا نور تجھے روشن ہو جاتا تو آخرت کو اپنے نفس سے آخرت کی طرف
کوچ کرنے کی بہ نسبت قریب تر دیکھتا اور دنیا کے محاسن پر فنا کے کہن کو ظاہر
دیکھ لیتا مت اے شخص جو کچھ اللہ و رسول نے تجھ سے وعدہ فرمایا ہے جس کا

حاصل یہ ہے کہ دنیا فانی اور باطل اور دھوکہ کی جگہ ہے اور آخرت باقی اور حق
اور سچا گھر ہے اگر تجھ کو اس کا یقین کامل ہو جاتا اور اس یقین کا نور تیرے دل پر
چمک جاتا کہ اس کے ذریعہ سے تو اللہ و رسول کے وعدوں اور فرمائی ہوئی
چیزوں کو سورج سے زیادہ روشن پاتا تو آخرت تیرے دل کے بالکل سامنے
ہوتی اور اس قدر قریب ہوتی کہ اس کی طرف کوچ کرکے جانے سے بھی زیادہ
قریب ہوتی اس لئے کہ کوچ کرکے جانا کسی شے کی طرف جب ہوتا ہے
جبکہ وہ شے کچھ مسافت پر ہو اور جب اپنے نفس سے بھی زیادہ قریب کوئی
شے ہو تو اس کی طرف کوچ کرنا اور جانے کا قصد کرنے کی ضرورت نہیں اور
دنیا کی ظاہری خوبیاں اور بناؤ سنگار جو تجھ کو سورج کی طرح چمکتی دمکتی دکھائی
دیتی ہیں ان پر فنا کا گہن اور دھبہ لگا ہوا کھلی آنکھوں دیکھ لیتا۔ اور وجہ اسکی
یہ ہے کہ نور یقین وہ چیز ہے کہ جب کسی بندہ کے دل میں ڈالدیا جاتا ہے تو اسکو
حقائق اشیاء واضح ہو جاتی ہیں اور یہ ہر کوئی جانتا تو ہے کہ دنیا فانی ہے اور
آخرت باقی رہنے والی ہے اور اللہ و رسول نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہے اور
اس پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے لیکن نور یقین جب حاصل ہوتا ہے تو اس
وقت یہ سب باتیں ایسی نظر آتی ہیں جیسے آنکھ سے کسی چیز کو دیکھ لیا جائے
اور اس کے آثار یہ ہوتے ہیں کہ وہ شخص دنیا کو پس پشت ڈالدیتا ہے
اور اس کی تمامتر سعی آخرت کے لئے ہوتی ہے اور اس کے نفس کی بیجا
خواہشیں سرد ہو جاتی ہیں اور وقت کو غنیمت جانتا ہے۔ رزقنا اللہ
تعالےٰ آمین۔

موجودات دنیا کی زیب و زینت ظاہری فریب اور دھوکہ ہے اور اس کا
باطن عبرت انگیز ہے پس نفس تو اس کے ظاہری فریب کی طرف دیکھتا ہے
اور قلب اس کی باطنی عبرت کی طرف نظر کرتا ہے ف دنیا کی تمام چیزوں
کی زیب و زینت ظاہری فریب اور دھوکہ ہے کہ نفس دھوکے میں آکر

اُن چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے اور آخرت کو بھول جاتا ہے اور باطن اور حقیقت
ان چیزوں کی عبرتناک ہے اور یہ مضمون دنیا کی ہر شے میں ظاہر ہوتا ہے دیکھو
وہ کھانا کہ جس کو سروں پر رکھ کر لاتے ہیں اور دستر خوان پر چنا جاتا ہے
کیسا اچھا معلوم ہوتا ہے لیکن جب کھالیتے ہیں تو اُس کی حقیقت ایسی منقلب
ہو جاتی ہے کہ اس کی طرف دیکھا بھی نہیں جاتا علے ہذا ہر شے کو دیکھو کہ ظاہر
اُس کا چکنا چپڑا مزین ہے اور انجام اور حقیقت اُس کی کچھ بھی نہیں ہے پس
نفس تو اس کی ظاہری چمک دمک دیکھ کر اُس پر فریفتہ اور شیدا ہوتا ہے اور
اس قدر فریفتگی اُس پر بڑھتی ہے کہ دین اور شریعت کو بھی پس پشت ڈالدیتا
ہے اور قلب سلیم اس کی حقیقت کہ فنا ہونا ہے اور باطنی عبرت کو دیکھتا ہے
تو اگر توفیق الٰہی شامل حال ہے اور عقل سلیم اس بندہ کو عطا ہوئی ہے تو نفس
کو اس ظاہری چمک دمک سے روکتا ہے اور اس کا فنا ہونا اور لاشے ہونا پیش
نظر ہو جاتا ہے اور اُس پر اندھوں بہروں کی طرح نہیں ٹوٹ پڑتا بلکہ قدر ضرورت
پر اکتفا کر کے الگ ہو جاتا ہے اور دائمی اور باقی رہنے والی دولت کے درپے
ہوتا ہے

اگر تو دائمی عزت کا خواہاں ہے تو فانی عزت کو اختیار نہ کر ف دنیا کی عزت کی
حقیقت مال اور جاہ ہے اور یہ دونوں چیزیں یا تو زندگی ہی میں آدمی جدا ہو جاتی
ہیں اور یا آدمی ان سے جدا ہو جاتا ہے غرض یہ عزت فنا ہونیوالی ہے تو اگر تونے
ان چیزوں سے عزت حاصل کی یعنی دنیا کا مال اور مرتبہ اختیار کیا اور اپنے مولیٰ سے
غافل رہا تو اس تیری عزت کو بقا نہیں اس لئے کہ جس شے سے عزت حاصل کی ہے
وہ خود فانی ہے اور سچی اور باقی رہنے والی عزت یہ ہے کہ انسان کے قلب کو
اسباب دنیوی سے تعلق نہ ہو اور قلب باقی رہنے والی ذات پاک کے تعلق
سے عامر و غنی ہو گر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی دی جاوے تو قلب اُس سے
بھی بے نیاز ہو اس لئے کہ ہفت اقلیم کی سلطنت احکم الحاکمین کے تعلق کے

سامنے پہاڑ کی بھی برابر نہیں دیکھو اگر بادشاہِ وقت سے کے ساتھ کسی کو تعلق دوستی کا ہو تو اس کی نظر وں میں اُس تعلق کے سامنے مال و دولت کی کچھ بھی قدر نہیں ہوتی پس یہ عزت اگر کسی کو درکار ہو تو عزت فانیہ کو چھوڑ دے اور یہ سچی عزت زندگی میں بھی اُس کے ساتھ ہے اور مرنے کے بعد تو اُس کا ظہور تام وہ کامل ہو ہی گا

دسواں باب فقر و فاقہ کے بیان میں

فاقوں کا نازل ہونا مریدوں کی عید ہے **ف** عید خوشی اور مسرت کے دن کو کہتے ہیں اور مسرت انسان کو اُس کی طبیعت کے موافق شے ملنے سے ہوتی ہے پس عوام کی عید تو اس دن سے ہے جو ان کو ان کے حسب دلخواہ کھانا اور کپڑا اور دنیوی مال و عزت و آبرو دے اور جو اللہ کے خاص بندے ہیں جن کا دل حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو گیا ہے تو اُن کی عید اپنے نفس کے مزے اور آرزوئیں نہ ملنے سے ہوتی ہے اس لیے کہ اُن کی مسرت اور خوشی کا مدار اس پر ہے کہ قلب اغیار اور ماسوے اللہ کی کدورت سے صاف اور پاک رہے اور نفس کو جب اُس کی خواہش کے موافق شے ملتی ہے تو اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اُن کے صفاءِ وقت میں کدورت آجاتی ہے اور جب خواہش اُس کی پوری نہیں ہوتی تو اُن کے قلوب حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور اُسی حالت میں اُن کو حلاوت اور چین ہوتا ہے فاقہ بھی نفس کے خلاف ہے اس فاقہ مریدوں اور اللہ والوں کی عید ہے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ حال اُن لوگوں کا ہے جن کے قلب کو تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا تو ہو گیا ہے لیکن ابھی اس کو رسوخ اور پختگی نہیں ہوئی اور نفس کے اندر اسکی خواہش کا مادہ کسی قدر باقی ہے اور بعد رسوخ اور نفس کے مطمئنہ ہونے کے یہ حال ہوتا ہے کہ جس حالت میں مولیٰ رکھے وہی عید ہے اسلئے ایسے حضرات کو غنی اور فقر ہر حالت اور ہر سنت بلکہ ہر آن میں عید ہے

اکثر اوقات فاقوں میں اس قدر انوار و معارف کی زیادتی حاصل ہوتی ہے

جس قدر نماز روزہ میں وہ زیادتی مجھ کو حاصل نہیں۔ اس وقت انوار و واردات
اور اسرار الٰہیہ کے قلب پر وارد ہونے کا مدار نفس کے خلاف خواہش ہونے
پر ہے تو نماز روزہ اگر اس حالت میں ہو کہ نفس کو اُس کی خواہشیں سب
ملتی ہیں مثلاً کھانا مزیدار اور لباس فاخرہ اور صحت بدن کی حاصل ہے تو
اُس نماز روزہ میں اُس قدر اسرار و انوار اس قلب پر وارد نہوں گے جس
قدر فاقوں اور نفس کے خلاف حوادث پیش آجانے پر ہوں گے
فاقے مواہب الٰہی کے بچھونے ہیں فاقے حق تعالیٰ کی عطاؤں کے اُن کے لیے
بمنزلہ بچھونوں کے ہیں کہ اللہ والوں کو جب فاقے ملتے ہیں تو عطاؤں سے ان کا
سے ان بچھونوں کو بھر دیتے ہیں یعنی فاقوں میں اللہ والوں پر قلبی فتوحات اور
معارف و اسرار و انوار بکثرت وارد ہوتے ہیں پس وہ حضرات اس سے گھبراتے
نہیں بلکہ بے انتہا خوش ہوتے ہیں۔

اگر مواہب الٰہی کا نزول اپنے اوپر چاہتا ہے تو فقر و فاقہ کو اپنے لیے راست
کرلے کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے صدقے فقراء کے ہی واسطے ہیں فقر و فاقہ
سے مراد احتیاج اور افتقار کی صفت ہے اور اُس کے راست کرنے کا مقصود
یہ ہے کہ نفس کے اندر اپنے مولا کی طرف محتاجگی اور افتقار کی صفت پیدا ہو جاوے
اور ماسوا سے اُسکو کسی درجہ کا استغنا و بے نیازی حاصل نہ ہو یعنی اس کے قلب
کو غنی مال و دولت اولاد کے ساتھ نہ ہو بلکہ حق تعالیٰ کی صفت جود و بخشش بلکہ اُسکی
ذات سے جو تعلق اس کے قلب کو ہے اس کے سبب سے اس کی غنی ہو اور
حق تعالیٰ کی طرف سے بالکل محتاجگی اور فقر کی صفت لئے ہوئے ہو۔ اب ارشاد
شیخ کا سمجھو فرماتے ہیں کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ حق تعالیٰ کی داد و دہش کی بارش
تجھ پر ہو یعنی فیوض الٰہیہ کے دروازے کھل جاویں تو سراپا احتیاج بن جا اور محتاجگی
کو اپنے نفس کے اندر خوب ثابت کرلے پھر دیکھ کہ فیض الٰہی کا دریا تجھ پر کیسا
بہتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ

اپنی صدقے فقراء ہی کے لئے ہیں۔ تو حق تعالیٰ کی طرف سے فیوض کے صدقے
تجھکو اُسی حالت میں مل سکتے ہیں جبکہ تو فقر اور احتیاج کی صفت لئے ہوئے
ہو اور اُسی کے در کا بھک منگا سائل بن جا اور تیرا بال بال ہر وقت اور ہر آن
اُسی کے در پر ہاتھ پھیلائے رہے اور خواہ دنیا کی دولت تیرے پاس کتنی ہی
ہو لیکن تیرا فقر اُس سے دور نہ ہو اور تیری احتیاج کی صفت اُس سے زائل نہ ہو
بلکہ تو ہر وقت اُس کے آستانے کا گدا بنا رہے۔

تیرا فاقہ اور حاجتمندی ذاتی ہے اور اسباب حاجتمندی کے تجھ پر نازل
ہو اُس حاجتمندی کو جو تجھ پر پوشیدہ ہو گئی تجھے یاد دلانے والے ہیں تو تیری
حاجتمندی کو عوارض زائل نہیں کر سکتے ف انسان تو اپنے وجود میں
اور بعد وجود کے باقی اور قائم رہنے میں اپنے خالق و رب تعالیٰ شانہ کا محتاج
ہے اور ہر آن میں تو اُس کی امداد و رحمت کا حاجتمند ہے پس فاقہ یعنی فقر اور
حاجتمندی تیرا امر ذاتی اور اصلی ہوا کہ ایک آن کو بھی تجھ سے جدا اور منفک
نہیں ہو سکتا لیکن دنیا میں اگر تجھ کو جو نعمت صحت اور تندرستی کی اور صفت غنا اور
و قدرت ظاہری کی اور مال و دولت ملا تو اُس میں تجھ کو ایک استغنا اپنے مولیٰ
سے ہو گیا اور اُس اپنی صفت اصلی افتقار اور احتیاج کو بھول گیا اور وہ صفت ان
نعمتوں سے تیری حماقت کی وجہ سے تجھ پر چھپ گئی پس حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ
تجھ کو وہ صفت احتیاج کی پھر یاد دلاتے ہیں اس طور سے کہ تجھ پر حاجتمندی
اور حق تعالیٰ کی طرف التجا اور بیقرار ہونے کے اسباب مسلط کر دیئے کہ کبھی
تو بھوکا پیاسا ہوتا ہے اور کھانا پانی تجھ کو نہیں ملتا یا دیر سے ملتا ہے مریض
ہوتا ہے اور مرض میں امتداد ہو جاتا ہے جاڑے میں کپڑے کا محتاج ہوتا ہے
گرمی میں ٹھنڈی ہوا اور ٹھنڈے پانی کی تجھ کو ضرورت پڑتی ہے مصائب
میں دعا اُن کے رفع ہونے اور زائل ہونے کی کرتا ہے یہ سب اسباب
تجھ کو تیرے امر اصلی کو یاد دلاتے ہیں اور گویا زبان حال سے کہہ رہے ہیں

کیسے شخص تو اپنی جبلت کو کیوں بھول گیا اپنی اصلی صفت احتیاج کے ساتھ
موصوف ہوجا لیکن جو اللہ کے خاص بندے ہیں ان کو یہ اپنی صفت اصلی
ہر وقت پیش نظر رہتی ہے ان پر جو مصائب و حوادث آتے ہیں وہ یاد دلانے
کیلئے نہیں مگر ان کے درجات بڑھانے کے لئے ہیں پس جب احتیاج اور
حق تعالیٰ کے در کی گداگری تیرا امر ذاتی اور اصلی ہوا تو جو چیزیں تیرے نزدیک
استغنا اور بے نیازی کے اسباب ہیں جیسے صحت و قوت و مال و جاہ وغیرہ
جن کو تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کے سبب سے میں مستغنی ہوں اور تیرے قلب
کے اندر ایک بے پروائی آرہی ہے اور اپنے مولا کی طرف ہر وقت گدائی
اور حاجتمندی تجھ کو نہیں ہے یہ سب امور عارضی ہیں اللہ تعالیٰ ہر وقت قادر
ہیں کہ یہ اسباب استغناء کے تجھ سے چھین لیں چنانچہ بعض وقت جاتے رہتے
ہیں تو وہ امر اصلی پھر ہی ظاہر ہوتا ہے اور اصلی اور ذاتی بات کو عارضی امور دور
نہیں کرسکتے تو ان نعمتوں سے وہ تیرا اصلی امر ہرگز زائل نہیں ہوسکتا پس عقل
سے کام لے اور اپنی اصلیت کو ہر وقت پیش نظر رکھ کہ تیرے لئے خیر اسی میں
ہے

تیرے اوقات میں بہتر اور عمدہ وقت وہ ہے جس میں تو اپنی حاجتمندی کا
مشاہدہ کرے اور اپنی ذلت و خواری کی طرف لوٹ آئے اے طالب تیری عمر میں
سب سے اچھا وقت اور افضل زمانہ وہ ہے جس میں تیرا قلب اپنی اصلی صفت
احتیاج کا مشاہدہ کرے اور ذلت و خواری جو اصلی امر ہے اور تیرے قلب سے
پوشیدہ ہوگئی ہے اس کی طرف رجوع کرے اور ذلت و خواری انسان کا
اصلی امر اس لئے ہے کہ انسان اور سب مخلوق ہر وقت حق تعالیٰ کی صفت
قہر و قدرت کے نیچے داخل ہے جس طرف چاہیں ہنکائیں جو چاہیں کام لیں
اور اصلی اور حقیقی غلبہ اور عزت صرف ذات واحد قہار قادر کے لئے ہے پس
اگر بندہ کے نفس میں یہ بات ہے کہ عزت اور غلبہ میرے اندر ہے تو وہ سرکش

ہے اور سرکشی پر سزا کا مستحق ہونا ظاہر ہے پس اس کے لئے بہتر وقت وہ ہے
جس میں یہ اپنی حاجتمندی اور ذلت وخواری کو دیکھنے اور دیکھنے کا مطلب اتنا
ہی نہیں کہ صرف اس کا علم ہو یہ تو ہر شخص کو ہے مطلب یہ ہے کہ جیسے آنکھ سے
دیکھ کر کسی بات کا یقین اور اثر ہوتا ہے ایسا یقین اور اثر ہر وقت طلب میں
موجود رہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجایش نہ رہے اور بدتر اور برا وقت وہ
ہے کہ جس میں اپنے استغنا اور اپنی صفت کمال اور اپنی عزت وریاست یا کسی
قسم کا منصب پیش نظر ہو۔

مخلوق سے لینے کی طرف ہاتھ نہ پھیلا مگر جب اُن میں بھی اپنے مولیٰ حقیقی
کو ہی دینے والا مشاہدہ کرے اور جب تو ایسا ہو جاوے تو مخلوق سے لے جو
تیرے علم ظاہری وباطنی کے موافق ہو ف اے طالب اور اے اللہ والے
مخلوق جو تجھ کو روپیہ پیسہ اور کپڑا دے تو اُس کو دو شرطوں سے قبول کر اول تو
یہ کہ تیرا حال اور ذوق قلبی یہ ہو کہ دینے والا حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور مخلوق وسیلے
محض ہیں اور نرا علم اس بات کے لیے کافی نہیں اس لیے کہ وہ تو ہر مسلمان بلکہ کافر
تک کو ہے کہ دینے والا اسی کو جانتے ہیں بلکہ تیرے دل کی حالت یہ ہو کہ کسی
درجہ میں بھی تو مخلوق کو دینے والا نہ مشاہدہ کرے اور دل کی نظر مخلوق سے
بالکل علیحدہ ہو دینے والا کھلی آنکھوں معطی حقیقی کو جانے اور جب تیرے
اندر یہ شرط اور صفت پائی گئی اور تو ایسا ہو تو دوسری شرط یہ ہے کہ وہ قبول کر
جو تیرے علم ظاہری وباطنی کے موافق ہو علم ظاہری سے مراد شریعت ہے یعنی
شریعت اگر تجھ کو اُس کے لینے کی اجازت دے تو لے ورنہ نہ لے مثلاً کوئی
شخص اگر یہ دے کہ اُس کا کسب حرام ہے یا وہ نابالغ ہے یا سود یا رشوت کی
آمدنی سے دینے کا علم ہو تو قبول نہ کر اور علم باطنی یہ ہے کہ دیکھ کہ تجھ کو اس کی
ضرورت اور حاجت بھی ہے یا نہیں اگر ضرورت اور حاجت ہو تو لے اور بلا
ازحاجت نہ لے ہاں اگر اس لئے لے کہ دوسرے کو دیدوں گا تو قبول کرلے

اور نیز اُس شے کو بھی نہ لے کہ جس کی خواہش کو تو اللہ کے واسطے اور اپنے نفس کے دبانے کیلئے چھوڑ چکا ہے اور اب وہ تیرے امتحان کیلئے اللہ تعالے کی طرف سے بھیجی گئی ہے اور نیز دیگر احسان جتلانے والے اور فخر کرنے والے کا ہدیہ بھی نہ لے اور نہ ایسے شخص کا ہدیہ لے کہ تیرے قلب پر کہ وہ جسکا بخیل اور گراں ہو یہ سب علم باطنی کی فروع ہیں۔

گیارھواں باب نفس کی ریاضت اور اُسکی پنہانی خرابیوں کو ڈھونڈنے کے بیان میں۔

اپنے عیوب باطنی کی طرف تیرا نگاہ کرنا اُن اشیاء کے حصول کی طرف نظر کرنے سے جو تجھ سے پوشیدہ اور غائب ہیں زیادہ بہتر ہے لیکن اے طالب اگر تیرا قلب جو اسرار الٰہیہ اور معارف اور تقدیری امور کے راز معلوم کرنے کی طرف مائل ہے اور ان کا تجھ کو شوق ہے اور یا اچھے خوابوں کو بڑا مقصود سمجھتا ہے اور اگر کوئی راز یا معرفت کی بات تجھ کو معلوم ہو جاتی ہے تو اُس پر اتراتا اور اُسی کو مقصود یا مقصود کا مقدمہ جانتا ہے تو یاد رکھ ان پوشیدہ اور غائب امور کی جستجو اور شوق اور اُن کی طرف تیرے قلب کا میلان یہ تیرے لئے بہتر نہیں ہے بلکہ مضر ہے اس سے بہتر تیرے لئے یہ ہے کہ تیرا قلب اپنے عیب باطنی ریا حسد تکبر وغیرہ کو دیکھے اور ان کے ازالہ کی طرف ہمت کو مصروف کرے اور اگر کوئی راز کی بات یا آئندہ ہونے والی بات تجھ کو معلوم ہو جاوے تو وہ تیرے نزدیک باوقعت نہ ہونی چاہئے بلکہ اصل مقصود تیرا نفس کا رذائل سے پاک کرنا اور نفسانی عیوب کی طرف نگرانی کرنا ہو۔

اپنے بشری اوصاف میں سے ہر ایک اس وصف سے جو تیری بندگی کے مخالف ہو باہر نکل تاکہ حق تعالیٰ کی ندا کا اجابت کرنے والا اور اس کی بارگاہ

(القول البلیغ فی احکام التبلیغ)

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ امابعد احقر اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رقم نگار ہے کہ یہ امر بالکل دن کی طرح روشن ہے کہ ہماری کوئی حالت ہو اُس کے لئے شریعت نے مناسب اور ضروری تعلیم (۱) سے ہم کو آگاہ اور متنبہ فرمایا ہے اور ہمارا کوئی کام و عمل جب تک کہ متعلق شریعت مقدسہ پر نہ ہو درجہ اجابت اور قابل درگاہ خداوندی کے نہیں ہوسکتا موجودہ زمانہ میں چونکہ عام طور پر یہ دیکھا جارہا ہے کہ بعض مسلمان تو تبلیغ کے احکام ہی کو سرے سے ضروری خیال نہیں کرتے اور مبلغین کو نظر حقارت دیکھتے ہیں۔ ادھر دوسری طرف۔ ادھر دوسری طرف اتنی تعدی ہوتی ہے کہ تبلیغ کے لئے اُصول ہونا اور اُس کا کافی علم ہونا ضروری نہیں خیال کرتے جس کی وجہ سے یا خود کبھی احکام کی غلط تبلیغ کرتے ہیں اور کبھی نفس احکام تو صحیح ہوتے ہیں مگر اُس کے ذرائع غیر منصوص اور غیر مرضیہ عند اللہ و عند الرسول ہوتے ہیں جن کا غیر مقبول ہونا ظاہر ہے مگر باوجود اسکے اس پر بھی بس نہیں ہوتی۔ بلکہ جو لوگ اس طریق کو نہیں اختیار کرتے انکو مورد ملامت بنایا جاتا ہے اس لئے یہ ذہن میں آیا کہ ایک رسالہ تبلیغ کے احکام میں لکھوں تاکہ تبلیغ کی حقیقت اور درجات معلوم ہو کر ان امور سے بچنے کی حق تعالیٰ توفیق عطا فرمادیں اور اس رسالہ کا ماخذ احیاء العلوم ہے اور جس مقام پر اور کسی کتاب کا مضمون ہوگا اس مقام پر اُس کا حوالہ ہوگا۔ لہٰذا اب خدا کے نام پر شروع کرتا ہوں وھو الموفق والمعین

وجوب امر بالمعروف ونہی عن المنکر

...ف اشارہ کیا ہے کہ امر بالمعروف فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اس لئے کہ اگر فرض عین ہوتا تو یہ ارشاد ہوتا کہ تم سب امر بالمعروف ہو (واذا لیس فلیس) لہذا اگر کسی قوم میں سے ایک شخص یا ایک جماعت امر بالمعروف کے لئے کھڑی ہو جاوے تو اوروں کے ذمہ سے حرج اور گناہ ساقط ہو جاویگا۔

(۲) لیسوا سواء من اہل الکتاب امۃ قائمۃ یتلون آیات اللہ آناء اللیل وہم یسجدون یؤمنون باللہ و الیوم الآخر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین ۵	یہ (اہل کتاب) سب برابر نہیں (بلکہ) ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت (وہ بھی ہے) جو دین حق پر قائم ہے اور اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں (اور) اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور (دوسروں کو) نیک کام بتلاتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ (اللہ کے نزدیک) شائستہ لوگوں میں (شمار کئے جاتے) ہیں۔

ف اس آیت میں محض ایمان لانے پر بشارت صلحاء سے ہونے کی نہیں دی گئی مگر جبتک ایمان لانیکے بعد ارتکاب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نہ کرے۔ اور یہ ضرور نہیں کہ اس مقام پر جتنے امور مذکور ہوں سب فرض ہی ہوں بلکہ ظاہر یہ ہے کہ بعض امور ان میں نفل بھی ہیں جیسے شب بیدار رہکر قرآن کی تلاوت کرنا یا تہجد کی نماز پڑھنا جو خصوصاً یا نیۃً یسجدون سے مراد ہے۔

(۳) والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض یأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر ویقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ ۵	اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں نیک باتوں کی تعلیم دیتے ہیں اور بُری باتوں سے منع کرتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں۔

ف۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدح فرمائی ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں تو جو شخص امر بالمعروف

دو وجہ سے زیادہ ہے اولاً جہاد کا شروع ہونا جس سے دفع کفر و دفع فساد مقصود ہے۔ ثانیاً بوجہ عموم دعوت محمدیہ جسکا سب اقوام کیلئے عام ہونا جیسا للناس میں عام کا لفظ نکالا گیا ہے بخلاف شرائع سابقہ کے کہ بعض میں بوجہ خصوص بعثت انبیاء سابقین کے سب اقوام کے لیے عام نہ تھا اور ظاہر ہے کہ زیادہ عمل سے زیادہ اجر ہے بلکہ صرف وجہ ثانی ہی کافی ہے پس یہ بھی منجملہ اسباب خیریت اس امت کے ہوا اور اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے بلکہ اور وجوہ بھی خیریت کے وارد ہوئے ہیں۔

(۶) فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا الذین ینہون عن السوء واخذنا الذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون ؕ	سو (آخر) جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو انکو سمجھایا جاتا تھا (یعنی نہ مانا) تو ہم نے ان لوگوں کو تو (عذاب) سے بچا لیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے (خواہ برابر منع کرتے رہے اور خواہ بوجہ عذر پاس کے بیٹھ رہے) اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کرتے تھے (ان کی اس عدم حکمی کی وجہ سے) ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا

ف۔ اس آیت میں حق تعالے سبحانہ نے یہ بیان فرمایا کہ ان لوگوں نے نجات نہی عن المنکر کی وجہ سے حاصل کی۔ اس لیے یہ آیت بھی نہی عن المنکر کے وجوب اور فضیلت پر دلالت کرتی ہے

(۷) الذین ان مکناہم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر	یہ لوگ (یعنی صحابہ اور خلفائے راشدین) ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو دنیا میں حکومت دیدیں تو یہ لوگ (خود بھی) نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں (اور دوسروں کو بھی) نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں اور سب کاموں کا انجام تو خدا ہی کے اختیار میں ہے (پس مسلمانوں کی موجودہ حالت دیکھ کر یہ کیونکر کوئی کہہ سکتا

ف ۱ الاولیٰ بعض کلمہ [illegible] کما بالمعروف ونہوا [illegible] [illegible] نہی عن المنکر [illegible] [illegible] [illegible] واقع [illegible] [illegible] [illegible] فہو عین [illegible] وکیف لبیان [illegible] [illegible]

	کہ انجام بھی ان کا یہی رہیگا بلکہ ممکن ہے کہ اس کا عکس ہو جاوے چنانچہ ہوا)

ف۔ اس آیت میں حق تعالیٰ نے صحابہ اور خلفاء راشدین کی لغت میں نماز اور روزہ کے ساتھ امر بالمعروف کو بیان کیا جس سے امر بالمعروف کی صراحتاً فضیلت معلوم ہوتی ہے

(۸) وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان	اور نیکی اور تقویٰ کی (باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت کرو اور گناہ اور زیادتی (کی باتوں) میں ایک دوسرے کی اعانت مت کرو۔

ف۔ اس آیت میں حتمی امر ہے اس کا کہ بعض تم میں کا تمہاری خیر میں اعانت کرے اور مدد کرے خیر کی طرف کو سہل کرے اور شر اور تعدی کی طرف کو حسب المقدرۃ بند کرے۔ اور ظاہر ہے کہ امر بالمعروف بھی اعانت خیر کا ایک شعبہ ہے اس لئے اس آیت سے اس کا بھی وجوب مستنبط ہوا

(۹) لولا ینھٰھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت لبئس ما کانوا یصنعون	ان کو مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام مال کھانے سے باوجود علم مسئلہ اور اطلاع واقعہ کے کیوں نہیں منع کرتے واقعی ان کی یہ عادت بری ہے

ف۔ امام واحدی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اجماع ہے۔ سحت سے مراد رشوت ہے اور یہ آیت حکام یہود کی شان میں نازل ہوئی جو رشوت لیتے تھے اور جس سے رشوت لیتے تھے اس کے حق میں فیصلہ کرتے تھے لہذا اس آیت میں حق تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ یہود اس وجہ سے گنہگار ہوئے کہ انہوں نے ترک نہی کی جس کو ہمیشہ سے وہ کرتے چلے آتے تھے۔

(۱۰) فلولا کان من القرون	(اور اوپر جو امم ہلاکت کے قصص مذکور ہوئے تو وجہ ان کی یہ ہوئی کہ) جو امتیں تم سے پہلے ہو گذری ہیں ان میں

من قبلکم اولوا بقیۃ ینھون عن الفساد فی الارض الا قلیلا ممن انجینا منھم [partially illegible]

من قبلکم اولوا بقیة ینھون عن الفساد فی الارض	سے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد (کفر و شرک پھیلانے) سے منع کرتے۔

ف۔ اس آیت میں حق تعالیٰ سبحانہ نے بیان فرمایا کہ امم سابقہ اس وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے سکوت کرتی تھیں مگر قلیل جماعت اُن میں سے زمین میں فساد کرنے کو روکتی تھی (فساد فی الارض سے کفر و شرک مراد ہے)

(۱۱) لاخیر فی کثیر من نجواھم الا من امر بصدقة او معروف او اصلاح بین الناس ومن یفعل ذلک ابتغاء مرضات اللہ فسوف نؤتیه اجرا عظیما۔	عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر (یعنی ثواب اور برکت) نہیں ہوتی ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ (خفیہ) خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کی تکمیل و انتظام کیلئے خفیہ تدبیریں اور مشورے کرتے ہیں یا خود ہی صدقہ وغیرہ کی دوسروں کو خفیہ ترغیب دیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خفیہ ہی کہنا مصلحت ہوتا ہے اُن کے مشوروں میں البتہ خیر یعنی ثواب اور برکت ہے) اور جو شخص یہ کام کرے گا (یعنی ان امور کی ترغیب دیگا) حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے واسطے (نہ کہ ریا و شہرت کی غرض سے) سو ہم اُسکو عنقریب اجر عظیم عطا فرمادینگے

ف۔ اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ نے امر بالمعروف کرنے والے کے لیے اجر عظیم یعنی جنت کا وعدہ فرمایا ہے لہذا اس آیت سے بھی صراحتاً امر بالمعروف کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

(احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

جو آیات قرآن پاک و مقدس کتاب کی ہم تحریر کر چکے اُن میں سے بعض سے

[illegible] الامر و دل [illegible] العدد قة او معروف والاصلاح [illegible] اجرا عظیما [illegible] فی الامر بھا فضل ۱۲

امر بالمعروف کے فضائل اور بعض سے وجوب ثابت ہوا اب ہم چند احادیث نبویہ لکھتا ہے کہ اُن سے بھی امر بالمعروف کی فضیلت اور وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس بارہ میں بکثرت حدیثیں مروی ہیں لیکن ہم تطویل کے خوف سے نمونہ کے طور پر اجمع اور اشمل روایات لکھتے ہیں تاکہ یہ روایات سبب برکت ہونیکے علاوہ ناظرین کیلئے موجب رغبت اور شوق کا ہوں۔

(۱)

روی عن ابی ثعلبۃ الخشنیؓ انہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تفسیر قولہ تعالیٰ لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم فقال یا ابا ثعلبۃ مر بالمعروف وانہ عن المنکر فاذا رأیت شحا مطاعا وھوی متبعا ودنیا مؤثرۃ واعجاب کل ذی رای برایہ فعلیک بنفسک ودع العوام ان من ورائکم فتنا کقطع اللیل المظلم للمتمسک فیھا بمثل الذی انتم علیہ اجر خمسین منکم قیل بل منھم یا رسول اللہ

ابی ثعلبہ خشنی (ان کے نام میں اختلاف ہے اور یہ اُن لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور ؐ سے تحت الشجرہ بیعت کی ہے اُن کی وفات ملک شام میں ۵۵ھ ہوئی) سے روایت ہے کہ اُنہوں نے آیت لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم کی تفسیر حضورؐ سے دریافت کی تو حضور نے ارشاد فرمایا اے ابا ثعلبہ اچھی باتوں کا امر کرتے رہو اور بُری باتوں سے منع کرتے رہو پس جب تو (لوگوں پر غالب) دیکھے بخل کو اطاعت کیا گیا (کہ وہ خود بخل کی اطاعت کرنے لگیں) اور خواہشات (نفسانی) کو متبوع اور مال وجاہ دنیوی کو پسند کیا گیا (امور اُخروی پر) اور عدہ سمجھا ہر ذی راے کا اپنی رائے کو (یعنی قرآن وحدیث اور اجماع و قیاس پر نظر نہ کی جاوے اور آئمہ اربعہ کی اقتدار کو ترک کیا جاوے) تو اپنے نفس کو لازم پکڑ (یعنی لوگوں سے جدا ہو جا) اور چھوڑ دے عوام کو (کہ ان کو نصیحت کرنے سے بجز مضرت کے کوئی نفع نہیں) یقیناً تمہارے سامنے (یعنی آئندہ زمانہ میں) فتنے (واقع ہونیوالے ہیں مثل کرنے کے جو ہونیوالا ہو) اندھیری رات سے (کہ اندھیری رات میں جیسا امتیاز مشکل ہے ایسا ہے) اُن میں

قال بل منکم لانکم تجدون علی الخیر اعوانا ولا یجدون علیہ اعوانا (وقال العراقی رواہ ابوداؤد والترمذی وحسنہ وابن ماجہ

اصلاح وفساد دشوار ہے) تمسک کرنے والا (اور عمل کرنیوالا) اُس زمانہ میں مثل اُس زمانہ کے کہ تم اُس میں ہو اجر پچاس آدمیوں کے ہے تم میں سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا مثل پچاس کے ان میں سے یا ہم میں سے ارشاد فرمایا بلکہ تم میں سے اس لئے کہ تم امر خیر پر مددگار پاتے ہو اور وہ خیر پر مددگار نہ پاویں گے

ف: جس آیت کی تفسیر اس حدیث میں ہے وہ آیت یہ ہے یا ایہا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم یعنی ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں. صرف اس آیت کی تلاوت کرنے سے یہ وسوسہ ہوتا تھا کہ جو شخص خود دین پر عامل رہے اُس کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہے اس وسوسہ کی وجہ سے ابو ثعلبہ نے حضور سے آیت کی تفسیر دریافت فرمایا تو حضور نے جو جواب دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ امر و نہی سے نفع نہ ہو تو اُس کا وجوب قطع ہو جاتا ہے اور اذا رأیت شحا مطاعا سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ سقوط وجوب بھی ہر زمانہ کیلئے عام ہے مگر خیر القرون میں چونکہ عدم نفع مغلوب تھا اس لئے سقوط وجوب کا تحقق بھی قلیل مثل معدوم کے تھا اور شر القرون میں چونکہ عدم نفع غالب ہوگا اس لئے اس سقوط کا تحقق بھی کثیر مثل امور مختصہ اُس زمانہ کے ہوگا۔ لہذا حدیث مذکور الصدر سے معلوم ہوا کہ جب نفع کی بظن غالب اُمید نہ ہو تو وجوب تبلیغ ساقط ہو جاتا ہے۔

(۲)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم لتأمرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر او لیسلطن اللہ

حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم پر یقیناً حق تعالیٰ شرار (بدکاران) کو مسلط کردیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے تو وہ قبول نہ کی جاویگی دعا اُن

علیکم شرارکم فیدعو خیارکم فلا یستجاب لھم (قال العراقی رواہ البزار من حدیث عمر بن الخطاب والطبرانی فی الاوسط من حدیث ابی ھریرۃ وکلاھما ضعیف وقال الزبیدی حدیث ابی ھریرۃ اخرجہ الخطیب ایضاً)

کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بزار نے (حضرت) عمر بن الخطاب سے اور طبرانی نے اوسط میں (حضرت) ابوہریرہ سے روایت کیا ہے (لیکن) دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ اور زبیدی کہتے ہیں کہ ابوہریرہ کی حدیث کو خطیب نے بھی بیان کیا ہے۔

ف۔ علماء نے اس حدیث کے یہ معنے بیان کئے ہیں کہ نیک لوگوں کی ہیبت اور وقار بدوں میں نہیں رہیگی اس لئے وہ لوگ نہ تو نیکوں سے خوف کریں گے اور نہ نیکوں کے کلام کی اُن کے دلوں میں وقعت رہیگی تو اس بنا پر حدیث میں جو یہ لفظ ہے کہ ثم یدعو خیارکم فلا یستجاب لہم اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تمہارے نیک لوگوں کے بلانے کو یہ کار قبول نہ کریں گے اور احتمال یہ بھی ہے کہ قبول نہ ہوگی (جیسا کہ ترجمہ میں اختیار کیا گیا)۔

(۳)

وقال صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لیسأل العبد ما منعک اذا رأیت المنکر ان تنکرہ فاذا لقن اللہ العبد حجتہ قال رب وثقت بک وفرقت من الناس (قال العراقی رواہ ابن ماجۃ باسناد جید)

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ بندہ سے سوال کریں گے کس چیز نے تجھ کو روکا جبکہ تو نے منکر کو دیکھا اس بات سے کہ تو انکار کرتا (یعنی باز آتا) پس جبکہ حق تعالیٰ بندہ کو اپنی حجت تلقین کر دیں گے تو بندہ کہے گا اے میرے خدا میں نے تجھ پر وثوق کیا تھا (کہ نہی عن المنکر نہیں کی) اور لوگوں سے جُدا ہو گیا۔ عراقی کہتے ہیں کہ اس روایت کو ابن ماجہ نے سند جید سے روایت کیا ہے)

ف۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے کہ اُن لوگوں کے بارہ میں ہو جو بادشاہوں کی سطوت اور شوکت کی وجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کریں

اور ملا علی قاری اس حدیث سے ذیل میں فرماتے ہیں کہ ایسا شخص شریعت میں مد[illegible]
ہے سو یہ نہی عن المنکر نہ کرنے پر عتاب نہیں ہوا کمافی المرقات شرح المشکوٰۃ

قال صلی اللہ علیہ وسلم ایاکم والجلوس علی الطرقات قالوا ما لنا بد انما ھی مجالسنا نتحدث فیھا قال فاذا ابیتم الا ذالک فاعطوا الطریق حقھا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر قال العراقی متفق علیہ من حدیث ابی سعید

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے آپ کو بچاؤ رستوں میں بیٹھنے سے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے لئے کوئی چارہ نہیں (کہ اس سے بچ سکیں) ہم تو ہماری باتیں کرنے کی مجلسیں ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم انکار کرتے ہو تو رستہ کو اس کا حق دو صحابہ نے (خدمت نبوی صلعم میں) عرض کیا کہ رستہ کا حق کیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ (نا محرم سے) نگاہ کا بچانا اور دفع کرنا (ان امور کا جو باعث) اذیت ہیں اور اسلام کا جواب دینا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ عراقی کہتے ہیں کہ اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے حضرت ابی سعید خدری رضؓ سے روایت کیا ہے۔

ف۔ اس حدیث سے بھی نہی عن المنکر کا ضروری ہونا معلوم ہوتا ہے۔

(۵)

عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان رواہ مسلم (مشکوٰۃ)

(حضرت) ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) یہ ابو سعید سعد بن مالک انصاری ہیں۔ بہت بڑے عالم فاضل تھے ان سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے ۷۴ھ میں بعمر ۹۰ سال وفات پائی اور بقیع میں مدفون ہوئے ہیں سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تم میں سے کسی منکر کو دیکھے تو چاہیے کہ اس منکر کو اپنے ہاتھ سے بدل دے (یعنی منع کرے اس فعل کو اس طور پر کہ مثلاً آلات لہو و لعب وغیرہ کو توڑ دے) پس اگر (اس کی) طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے (بدلے اس طرح کہ وعظ و نصائح کو اور اس

جو عربی عبارت سمجھ سکتے ہیں وہ بخوبی معلوم کر سکتے ہیں کہ (۱) اس حدیث میں صرف اسقدر بیان ہے کہ ہر صدی پر مجدد ہوگا جو دین کو فائدہ پہنچائیگا۔ اس کے سوا کوئی اشارہ اس میں نہیں ہے اس حدیث کی رو سے مرزا صاحب مجدد ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے دین اسلام کو کوئی نفع ایسا نہیں پہنچایا جو دوسرے علماء نے نہ پہنچایا ہو بلکہ نہایت نقصان پہنچایا مثلاً یہ کہ (۱) چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر قرار دیکر دنیا کو اسلام سے خالی کر دیا (۲) خدا و رسول پر ایسے الزام لگائے جس سے منکرین اسلام کو اس مقدس مذہب کے مضحکہ کا موقع دیا۔ اس وقت تو یہ چند جھوٹ مسیح قادیانی کے دکھلائے گئے آئندہ اس سے زیادہ دکھائے جائیں گے جس سے معلوم ہو جائیگا کہ قادیانیوں کے سردار جھوٹوں کے سرگروہ ہیں انہیں کو خواجکان مسیح موعود اور تمام صحابہ کرام اور اولیاء عظام سے افضل کہتے ہیں اور در پردہ ہمارے مقدس بزرگوں کی سخت توہین کرتے ہیں۔

(خاکسار ابو احمد رحمانی۔ ماہ رجب ۱۳۳۵ھ رحمانیہ پریس مونگیر)

تم الفصل الثالث وبتمامہ تمت رسالۃ قائد القادیان حفظنا اللہ تعالیٰ وجمیع اہل الایمان مما فیہ کان من کل زیغ وطغیان۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ سائر الانبیاء واہل بیتھم وصحابتھم اجمعین ؁

ذنابۃ الرسالۃ فی بعض الاشعار المناسبۃ للمقام

عربی۔ از اخبار اہلسنت وجماعت امرتسر جلد ۸ مؤرخہ یکم جون ۱۹۰۸ء تحت عنوان مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی نبوت اور اس کا جواب ؎ وکل یدعی وصلا للیلیٰ • ولیلیٰ لا تقر لہم بذاک

فارسی۔ از ٹائٹل صفحہ ۲ رسالہ مسیح کاذب تحت عنوان "لسان الغیب" انتخاب ؎

بنمائے بصاحب نظرے گوہر خود را ‏ ‏ ‏ ‏ عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

ایضاً فارسی از ٹائٹل صفحہ ۱ رسالہ تنبیہ قادیانی ؎

حق دار اے مسلمان جہان کو قادیان ‏ ‏ ‏ ‏ فتنہ در دین محمد مصطفیٰ خواہد شدن

گاہ عیسیٰ گاہ موسیٰ گاہ فخر انبیاء ‏ ‏ ‏ ‏ گاہ ابن اللہ گاہ خود خدا خواہد شدن

اردو۔ از حاشیہ رسالہ تنبیہ قادیانی صفحہ ۲ منقول از اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۲ جلد ۱۴ تحت عنوان اہل البیت ادری بما فیہ۔ اشعار تصنیف خسر صاحب مرزا صاحب ؎

ہر گھڑی ہے مالداروں کی تلاش رنڈیوں کا مال یا جانڈوں کا ہو	تا کہ حاصل ہو کہیں سے معاش کچھ نہیں تفتیش سے انکو غرض	ہو یتیموں ہی کا یا رانڈوں کا ہو حرص کا ہے اس قدر ان کو مرض
معاش اب نیک و بد ہیں گئے	بو مسیلم آج احمد بن گئے	

اس اخیر مضمون کی مناسبت سے ایک تحریر مرزا صاحب کے بڑے بھائی کی یاد آ گئی جو تبلیغ رحمانی میں چھپی ہے گو وہ نظم نہیں مگر اہلبیت کی دوسری شہادت ہونیکے سبب مکمل نصاب شہادت ہے اس لئے منقل کی جاتی ہے بحث عنوان درخواست چندہ۔ برخوردار مرزا غلام احمد قادیانی طال عمرہ۔ بعد دعائے درازی عمر کیواضح ہو کہ میں تمہارے دعوے ہمیشہ سے سنتا ہوں اور دور دراز تک تمہاری خبر پہنچی ہوئی ہے اور لوگ جوق در جوق آتے ہیں مگر افسوس میں تمہارا بڑا بھائی اور بزرگ ہوں میری طرف تم نے کوئی خاص توجہ نہ کی جو تمہاری نالائقی کا ثبوت ہے آخر میں بتبرد دل سے از خود تم کو اطلاع کرتا ہوں کہ میں تمہارے ذاتی جھوٹ سے قطع تمہاری پیشین گوئیوں کو ایک گورکھ دھندا سمجھتا ہوں جیسے تم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو فی پیشین گوئی سو روپے دینا کیا تھا جو ان کے آنے پر تم گھر سے بھی نہ نکلے مگر میں تم کو فی پیشین گوئی ہزار روپے دینے کا وعدہ کرتا ہوں اگر تم میری پیش کردہ پانچ پیشین گوئیاں بھی مجھے سچی کر دو تو فی پیشینگوئی ہزار روپے تم کو دوں گا اور اگر نہ ثابت کر سکو تو صرف تمکو مسلمان ہونیکی دعوت دیتا ہوں پس ایک ہفتہ تک اس دعوت کا جواب بذریعہ اشتہار جلدی دینا کیونکہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم فرمایا ہے وآت ذا القربیٰ حقہ یعنی قریبیوں کے حقوق ادا کرو۔ قریبیوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے۔ بھلا یہ کیا انصاف ہے کہ کشتی نوح کے آخر صفحہ پر تمکو اپنا شریک در قرابتی بتاؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہمارے شرکا مکان دینے کو راضی ہیں دو ہزار روپے چندہ جمع کر لیا ہے حالانکہ ہمیں اس کی کوئی خبر ہی نہیں اور نہ ہم دینا چاہتے ہیں ایسے جھوٹ کا بھی کوئی علاج ہے خیر ان باتوں کے ذکر کو تو ایک دفتر چاہیے جو میں الگ کسی وقت تفصیل سے بیان کروں گا سردست میں اس اشتہار کے جواب کا منتظر ہوں۔ مرقومہ۔ مولائی مرزا امام الدین برادر کلاں مرزا غلام احمد قادیان گورنمنٹ ۱۰ مارچ ۱۹۰۲ء مطبوعہ اہلحدیث پریس

لطیفہ شریفہ۔ اشعار بالا کی نقل کے بعد جی چاہا کہ مثنوی معنوی کی طرف بطور تائید کے نہ کہ احتجاج کے (لان الاحتجاج لا یلیق الیہ احتجاج) رجوع کیا جائے سات بار بسم اللہ پڑھ کر بیساختہ کتاب کھولی اول ہی صفحہ میں یہ اشعار نکلے (دفتر چہارم صفحہ ۳۴۲) اور سچ تو یہ ہے کہ موضوع بحث کا بالکل فوٹو ہی کھینچ دیا گیا ہے یہ ہیں۔

نفس بے عہدست زاں او کشتنی ست	او دنی و قبلہ گاہ او دنی ست
نفس ہارا لائق ست این انجمن	مردہ را درخور بود گور و کفن
نفس اگرچہ زیرک ست و خردہ دان	قبلہ اش دنیاست او را مردہ دان
بانگ و صیتے جو کہ آن خامل نشد	تاب خورشیدی کہ آن آفل نشد
رونق و تاب و طرب و سحر شان	گرچہ خلقاں را کشد گردن کشان
سحرہائے ساحراں داں جملہ را	مرگ چوبے داں کہ آن شد اژدہا
جادوئیہا را ہمہ یک لقمہ کرد	یک جہاں پر شب بد آنرا صبح خورد

وھذا آخر الکلام فی ھذا المرام، وصلے اللہ تعالیٰ علی خیر الانام وعلی آلہ الکرام واصحابہ العظام۔ فقط۔ یکم ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ یوم الاحد۔